

قرآن اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

یعنی

امیر المومنین مرادِ پیغمبر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان اور آپ کی رائے کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات اور ان کا تفصیلی پسِ منظر

مؤلف

مولانا مفتی عصمت اللہ

مکتبہ سید احمد شہید
کچہری روڈ پسرور سیالکوٹ
0300-6175026

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (القرآن)

قرآن اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

یعنی

امیر المومنین، مرادِ پیغمبر، حضرۃ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شان اور آپ کی رائے کی موافقت میں نازل ہونے والی آیات اور ان کا تفصیلی پس منظر

مؤلف

مولانا مفتی عصمت اللہ

مکتبہ سید احمد شہید
کچہری روڈ پسرور سیالکوٹ
0300-6175026

نام کتاب: قرآن اور فاروق اعظمؓ

مصنف: مفتی عصمت اللہ

بااہتمام: حافظ محمد ندیم قاسمی

کمپوزنگ: الحافظ پرنٹرز اردو بازار گوجرانوالہ

تعداد: 1100

صفحات: 80

قیمت: -/50روپے

ناشر: کتب خانہ سید احمد شہید کچہری روڈ پسرور

ملنے کے پتہ

☆...... ادارۃ الانور بنوری ٹاؤن کراچی

☆...... مکتبہ عمرو بن عاصؓ اردو بازار لاہور

☆...... ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

☆...... ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

☆...... کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

☆...... سرحد اسلامی کیسٹ ہاؤس پیرودھائی روڈ راولپنڈی

☆...... اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی

☆...... مکتبہ خالد بن ولیدؓ نزد دار العلوم کورنگی کراچی

☆...... مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار گوجرانوالہ

☆...... مدنی کتب خانہ نزد تبلیغی مرکز مدنی مسجد مانسہرہ

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو

بقیۃ السلف

حضرت مولانا رشید احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ (پسروری)

......اور......

اپنے واجب الاحترام والدگرامی مداح صحابہ رضی اللہ عنہم

صوفی نذیر احمد صاحب (میانی کوٹلی)

کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں

فہرست مضامین



تقریظ

زبدۃ العلماء

حضرت مولانا عبدالمجید انور صاحب

شیخ الحدیث جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال

مرادِ نبوت خلیفۃ الرسول امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں حق جل مجدہ نے بے حد و شمار فضائل و کمالات ودیعت فرمائے ...... آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیوں نے ان کے آئینۂ قلب کو ایسا صاف وشفاف اور منور کیا کہ کمالات نبوت کا عکس اور پرتو اس میں جگمگانے لگا...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض...... صحبت اور نگاہ کیمیا اثر نے آپ کو جن گوناگوں خوبیوں...... متنوع کمالات اور امتیازی خصوصیات سے نوازا ان میں سے ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیات اور احکام خداوندی آپکی خواہش اور رائے کی موافقت اور تائید میں نازل ہوئے...... حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ آپ ہی کی زبانی اس نعمت کبریٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں...... وافقت ربی فی ثلث۔ الخ ...... کہ تین باتوں میں میں نے اپنے رب کی موافقت کی ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ مذکورہ باتوں میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے یا خواہش کا اظہار پہلے کیا تھا اور اس کی تائید وموافقت میں آیت کا نزول بعد میں ہوا جس پر ...... "وافقنی ربی" ...... کہنے کے بجائے غایت تواضع اور کمال ادب کی رعایت رکھتے ہوئے موافقت کی نسبت اپنی طرف کی اور ...... "وافقت ربی" ...... فرمایا...... نیز ممکن ہے ادھر بھی اشارہ مقصود ہو کہ اللہ پاک کا یہ فیصلہ قدیم اور سابق ہے اور میری رائے بعد میں پیدا ہوئی...... مذکورہ روایت میں تین امور کی موافقت کا ذکر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ...... کہ "تین کی تخصیص اور زیادہ کی نفی مراد نہیں جب کہ ہماری نظر میں ان موافقات کی تعداد ۱۵ تک پہنچتی ہے" زیر نظر رسالہ میں عزیز محترم

مولانا عصمت اللہ صاحب نے ''موافقات عمرؓ '' کی ان ۱۵ آیات کو یک جا کر دیا ہے اور معروف تفسیروں کے حوالہ سے ان کی مناسب تشریح بھی کر دی ہے اس طرح سے علم کے یہ گراں بہا موتی ایک لڑی میں پرو دیئے گئے ہیں عزیز موصوف نے اس علمی رسالہ سے اپنے قلمی سفر کا قابل قدر آغاز کیا ہے...... اللہ پاک انہیں مزید درمزید ہمت وتوفیق سے نوازیں اور علم وتحقیق کے سفر کا اعلیٰ ذوق اور خوب سے خوب تر کی طرف بڑھنے کا عظیم حوصلہ عطا فرمائیں کہ'' حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں''......

عبدالمجید عفا اللہ عنہ
جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال

پیش لفظ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امام الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابہ کرام میں سے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا ثمر تھا...... جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دولت اسلام سے نوازا تو مسلمانوں کو بڑی خوشی ومسرت، فرحت وانبساط اور تقویت حاصل ہوئی...... اس دور میں مسلمانوں کو کفار کی طرف سے طرح طرح کے مصائب وشدائد، تنگیوں اور سختیوں میں مبتلا کیا جاتا...... کوئی مسلمان کھلے عام عبادت نہیں کر سکتا تھا...... عبادات تک چھپ کر کی جاتیں تھیں...... مشرکین مکہ مسلمانوں پر روز بروز اپنے ظلم وستم کا دائرہ وسیع کرنے کے درپہ ہوتے تھے...... ان حالات میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اسلامی تاریخ میں ایک عظیم وغیر معمولی واقعہ تھا...... اعداء اسلام کے عزائم پر پانی پھر گیا...... دین اسلام کی ترویج وترقی میں تیزی آنے لگی تھی مسلمانوں سے کفار کے رعب ودبدبہ کے بادل چھٹنے لگ گئے...... کفر وشرک کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو گیا اب مسلمان اللہ کی عبادت اعلانیہ کرنے لگے......

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت الی المدینہ کا حکم دیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرداران مکہ کو چیلنج کر کے اعلانیہ ہجرت کی...... مدینہ منورہ پہنچ کر غزوات وسرایا کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ ہر لڑائی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ مخالفین دین رحمت کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے تھے...... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جنگ ہو یا صلح معاہدات ہوں یا معاملات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ سے طے فرماتے تھے ان میں بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی...... کئی دفعہ ایسے بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رائے ومشورہ کو اس قدر پسند فرمایا کہ اس کی تائید میں قرآنی آیات نازل فرمائیں...... چنانچہ محدثین ومفسرین اور مؤرخین نے تفاسیر واحادیث اور تاریخ اسلامی کی کتابوں میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصاف وکمالات کے باب میں اس وصف وکمال کو نمایاں اور امتیازی حیثیت سے بیان کیا ہے...... بعض علماء نے اپنی کتابوں میں ''موافقات عمر'' کے عنوان سے مستقل باب قائم کر کے آپ کی رائے کے موافقت میں نازل شدہ آیات کو یکجا کر دیا ہے...... جیسے تاریخ الخلفاء للسیوطی...... تحفۃ الاحباب

......الفاروق وغیرہ ان کتابوں میں موافقات عمر کو اگرچہ یکجا کر دیا گیا ہے لیکن الگ الگ ہر آیت کے سیاق وسباق اور نزول آیت سے متعلقہ ہر واقعہ......پس منظر بیان کرنے کی بجائے صرف اس کی طرف اشارہ پر اکتفاء کیا گیا ہے......موافقات کے بارے میں مستند ومعتبر کتب کے حوالہ جات سے کوئی مستقل رسالہ یا تصنیف اس وقت دستیاب نہیں......

چند سال قبل راقم السطور کو ان آیات کی تعداد و تفصیل درکار تھی تو تلاش بسیار کے باوجود کوئی رسالہ نہ مل سکا......اس وقت سے راقم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے سے متعلق نازل ہونیوالی آیات کو یکجا کرنے اور متعلقہ واقعات کو تفصیلاً لکھنے کا عزم وارادہ کرلیا...... جسے خدائے بزرگ وبرتر نے اپنی خصوصی توفیق وعنائیت سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا...... کتاب کی بعض خصوصیات یہ ہیں:

۱) ہر آیت ترجمہ کے ساتھ باحوالہ لکھ دی گئی ہے......

۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے......

۳) دیگر متعلقہ آیات کو مستقل عنوان کے تحت ذکر کرنے کی بجائے ضمناً لکھ دیا گیا ہے...... تاکہ مضمون بلاوجہ طویل نہ ہو......

۴) جملہ آیات مضامین کو مدلل و باحوالہ لکھا گیا ہے تاکہ ہر قاری بالخصوص واعظین حضرات نہایت اطمینان واعتماد کے ساتھ بیان کر سکیں......

تاہم خطاء ونسیان انسان سے جدا نہیں......اہل علم ودانش کوئی بھی غلطی پائیں تو ضرور مطلع کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو قبول فرمائے......اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین یارب العلمین......

محتاج دعا

عصمت اللہ عفی عنہ

(مقیم) نارووال

دُرودِ ابراہیمی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ
عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ
اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ۝
اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰی
اِبۡرَاھِیۡمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ
اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱)

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۝

(پ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۹۷، ۹۸)

"فرما دیجیے جو کوئی ہے دشمن جبرائیل کا پس اس نے تو اتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہ سچا بتانے والا اس کلام کو جو اس سے پہلے ہے ...... اور راہ دکھاتا ہے اور خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو...... جو کوئی ہو دشمن اللہ تعالیٰ کا اور اس کو فرشتوں کا اور اسکے پیغمبروں کا اور جبرائیل کا اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا"۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشندہ وتابندہ صحابہ رضی اللہ عنہم پیغمبر اسلام کی محبت و مودت سے سرشار...... چمنستانِ اسلام کے معطر پھول...... اللہ تعالیٰ کی توحید کے شیدائی...... پیکر صدق ووفا اور داعیان دین برحق تھے......ان کے دلوں میں اتباعِ خدا اور رسول کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی...... ہر صحابی خوبیوں اور کمالات کا پیکر تھا...... دنیا وآخرت کی فوز وفلاح ان کا مقدر بن چکی تھی۔

بے شمار اوصاف ان کے اندر موجود تھے ...... لیکن بعض خصوصیات بعض صحابہ میں بطور خاص پائی جاتی ہیں جو ان کا طرّہ امتیاز ہیں ...... ان

خاص اوصاف کے کامل افراد میں سے ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں ...... جن کی عظمت و بزرگی کو نہ تو احاطۂ تحریر میں لایا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کے اوصاف ومحاسن کو شمار کیا جاسکتا ہے ...... یہی وہ عظیم انسان ہیں کہ بعض اوقات جن کی رائے کو اللہ تعالی عرش بریں سے قرآن نازل کر کے ہمیشہ کیلئے ضابطہ بنادیتے تھے ...... ایسی آیات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہم خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے ...... ان میں سے سورۃ بقرہ کی مذکورہ بالا آیتِ کریمہ بھی ہے جس کی کچھ تفصیل درج کی جاتی ہے......

لفظِ جبرائیل کی تشریح:

"جبر" بمعنی عبد (بندہ) اور "ایل" اللہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں...... انما کان قوله جبرائیل کقوله عبدالله وعبدالرحمن ...... جبرائیل آدمیوں کے ناموں میں عبداللہ اور عبدالرحمٰن کی طرح ہے، ابن ابی حاتم کی ایک روایت میں ہے......اسم جبرائیل فی الملائکه خادم الله...... فرشتوں میں حضرت جبرائیل نام کا فرشتہ اللہ کا خادم ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا عنداللہ مقام ومرتبہ اور اوصاف وکمالات:

حضرت جبرائیل علیہ السلام سید الملائکہ ہیں...... اللہ تعالی نے اپنے پیغامات کو انبیاء ورسل تک پہنچانے کی ذمہ داری انہیں سونپ رکھی تھی...... بعض اوقات کسی قوم کی بداعمالیوں کی وجہ سے باذن اللہ ان پر عذاب لیکر بھی اترتے تھے...... ان کے چھ سو پر ہیں......

قرآن پاک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ذکر:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں تین جگہ آیا ہے...... دومرتبہ

تو مذکورہ بالا آیت میں اور تیسری مرتبہ سورۃ التحریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......

"فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین"

پس بیشک اللہ تعالیٰ اس (نبی رحمت) کا دوست ہے اور جبرائیل اور نیک بخت ایمان والے......ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں......انہ لقول رسول کریم...... بے شک یہ (قرآن) بڑی عزت والے قاصد کا لایا ہوا کلام ہے...... ذی قوۃ عند ذی العرش مکین ......قوت والا ہے عرش والے کے پاس بڑے مرتبے والا ہے......مطاع ثم امین ......اس کی بات وہاں مانی جاتی ہے (فرشتوں میں) امانتدار ہے...... وما صاحبکم بمجنون ......اور تمہارا صاحب (جس پر قرآن اترا) کچھ دیوانہ نہیں......ولقد راہ بالافق المبین...... اور اس نے دیکھا ہے اس فرشتے کو آسمان کے کھلے کنارے کے پاس......(پارہ ۳۰ سورۃ التکویر) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی چھ مختلف صفات کا ذکر کیا ہے......جن سے ان کی عظمت و بزرگی واضح ہوتی ہے......

نمبر۱......**رسول**: یعنی قرآن پاک ہے تو اللہ کا کلام لیکن اس کو اللہ کے پاس سے لانے والے جبرائیل ہیں. جو دلیل ہے......ان کی بلندی مرتبت کی......

نمبر۲......**کریم** : عزت والے ہیں

نمبر۳......**ذی قوۃ**: طاقت والے ہیں ان کی طاقت کا اندازہ کئی بستیوں پر عذاب لانے والے واقعات سے لگایا جا سکتا ہے......

نمبر۴...... **مکین**: اللہ تعالیٰ کے ہاں صاحب مرتبہ ہیں......

نمبر۵...... **مطاع**: چونکہ حضرت جبرائیل فرشتوں کے سردار ہیں لہذا ملاء اعلیٰ میں ان کی بات مانی جاتی ہے......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔

اول ...... ابتدائے نبوت کے زمانہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے...... آسمانی فضاء بھری ہوئی تھی ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ کیا تو خوف سا طاری ہوگیا...... گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا مجھے کمبل اڑا دو کہ سردی محسوس ہو رہی ہے......

دوم ...... دوسری دفعہ دیکھنے کا ذکر سورۃ النجم میں ہے کہ جب آپ معراج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی حالت میں دیکھا چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں ...... ولقد راہ نزلۃ اخری...... اور اس نے اس کو دیکھا ہے اترتے ہوئے ایک بار اور بھی...... عند سدرۃ المنتھی ......سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (پارہ ۲۷) اس سورۃ میں بھی اللہ تعالی نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طاقت کا ذکر کیا ہے......

یہود کی حضرت جبرائیل سے عداوت کی وجوہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے:

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مفسرین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیات بینات سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی ہیں ...... شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (روحاء مدینہ منورہ سے جنوب کی طرف چالیس میل کے فاصلہ پر ہے......تاریخ الاسلام) (جگہ کا نام) میں آئے تو دیکھا کہ لوگ پتھروں کے پاس آکر نماز ادا کرتے ہیں ...... پوچھا کہ کیا بات ہے؟ جواب ملا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی ہے، آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

جہاں بھی نماز کا وقت آتا تھا ادا کر لیتے تھے ...... لوگوں نے خواہ مخواہ اس جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کرلیا ہے ...... پھر حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ میں یہودیوں کے پاس جایا کرتا تھا کہ دیکھوں کیسے تورات قرآن کی تصدیق کرتی ہے اور قرآن تورات کی ...... یہود کو میرے ساتھ محبت ہوگئی اور ان سے میری بات چیت ہوتی رہتی تھی ...... ایک دن میں ان سے باتیں کررہا تھا کہ ادھر سے حضور ﷺ کا گذر ہوا ...... انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ تمہارے نبی جارہے ہیں ...... میں نے کہا اچھا تو میں جاتا ہوں ...... لیکن یہ بتلاؤ کہ میں تمہیں اللہ وحدہ لاشریک اور اس کی کتاب اپنے اندر موجود ہونے کو خیال میں رکھ کر رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو؟ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ...... اس پر سب خاموش ہوگئے ...... ان کے بڑے عالم نے جوان میں علم میں کامل تھا ...... اس نے کہا کہ اس نے تمہیں سخت قسم دی ہے سچا جواب کیوں نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہی ہمارے بڑے عالم ہیں جواب دیجئے ...... پھر اس نے کہا کہ آپ نے زبردست قسم دی ہے تو سچ یہ ہے کہ ہم دل سے جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ...... حضرت عمرؓ نے فرمایا ...... میں نے ان سے کہا کہ افسوس ہے تم جانتے ہو تو مانتے کیوں نہیں؟ کہنے لگے صرف اس وجہ سے کہ ان کے پاس آسمان سے وحی لیکر آنے والا فرشتہ جبرائیل ہے ...... وہ تنگی ...... سختی ...... شدت اور عذاب لے کر آتا ہے ...... ہم ان کے اور وہ ہمارے دشمن ہیں ...... اگر میکائیل وحی لیکر آتے جو کہ رافت وراحت نرمی اور رحمت لیکر آتے ہیں تو ہم تسلیم کر لیتے ...... میں نے کہا کہ انکی خدا کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے؟ انہوں نے کہا کہ جبرائیل اللہ کے داہنے بازو ہیں اور میکائیل بائیں ...... میں نے کہا؛ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ...... جو ان میں سے کسی کا بھی دشمن ہے ...... اس کا خدا دشمن ہے اتنا کہہ کر میں چلا آیا ...... حضور ﷺ کے پاس

پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... یا ابن الخطاب وقد انزل الله...... من کان عدوالله۔الخ ...... یعنی مجھ پر تازہ وحی نازل ہوئی ہے...... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر تک یہ آیات تلاوت کیں...... من کان عدو الله الخ ۔(تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۱ ج ۱)

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے...... ان یهود یا لقی عمر بن الخطاب فقال جبرائیل الذی یذکر صا حبکم عدو لنا فقال عمر (من کان عدو الله الخ قال فنزلت علی لسان عمر) (تفسیر ابن کثیر ۱۳۲ ج ۱)

کہ ایک یہودی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو یہودی نے کہا جبرائیل علیہ السلام فرشتہ جس کا تمہارے دوست نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (جو کوئی اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا دشمن ہے تو اللہ تعالی ان کافروں کا دشمن ہے) پھر مذکورہ بالا آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ کے مطابق نازل ہوئی...... روح المعانی میں ہے کہ یہود بے بہود کا حضرت جبرائیل کے متعلق یہ نظریہ تھا۔

یطلع محمدا علی اسرارنا وانه صاحب کل خسف وعذاب

''کہ جبرائیل ہمارے راز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلاتے ہیں اور وہ قحط اور عذاب لیکر نازل ہوتے ہیں''۔

نیز ایک مرتبہ یہودیوں کے ایک بڑے عالم عبداللہ بن صوریا کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو ہوئی تو اس نے وحی لانے والے فرشتے کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام لیا تو اس پر عبداللہ بن صوریا نے کہا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے...... جو ہمارا دشمن بھی ہے اور اس نے ہمارے دشمن بادشاہ بخت نصر کی اس وقت مدد کی تھی جب ہمیں اس بادشاہ کے بیت المقدس کے بارے میں خیالات کا پتہ چلا کہ وہ اس کو خراب و برباد کردیگا...... تو ہم نے بخت کے قتل کیلئے

ایک آدمی روانہ کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قتل میں رکاوٹ ڈالتے ہوئے کہا!

ان کان ربکم امر ہ بھلا لکم فلایسلطکم علیه والا فبم تقتلونه؟ (روح المعانی ص......۳۳۱ج......۱)

"یعنی حضرت جبرائیل نے اس کا (بخت نصر) کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے رب نے ہی اسے تمہاری ہلاکت پر مقرر کیا ہے......لہٰذا وہ تم کو اس پر تسلط وغلبہ نہیں دے گا"۔ پھر تم اس کو قتل کیوں کرتے ہو؟

ان وجوہات کی بناء پر یہودی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنا دشمن سمجھتے تھے ...... اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو امن وسلامتی والا فرشتہ قرار دیتے تھے ...... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر یہود نے یہ بھی کہا کہ جبرائیل علیہ السلام اللہ کی دائیں جانب اور میکائیل بائیں جانب ہیں۔

جس پر یہودیوں کے ان خیالات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ایسے ہی ہے تو میں کہتا ہوں ...... ومن کان عدو الاحدھما فھو عدوللہ ...... جو کوئی جبرائیل اور میکائیل میں سے کسی کا بھی دشمن ہے تو وہ حقیقت میں اللہ کا دشمن ہے......

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ ......فوجد جبرائیل قد سبقه با لوحی ...... فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لقد وافقك ربك یا عمر رضی اللہ عنہ ......(روح المعانی ص ۳۳۱ ج ۱۰) جبرائیل علیہ السلام تو اس کے بارے میں وحی لیکر بھی آچکے ہیں......جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ تیرے رب نے تیری (یہود کے ساتھ بات چیت) میں موافقت فرمائی ہے......



(۲)

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى

(پ ۱، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۲۵)

"اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ"۔

مقام ابراہیم کی تشریح:

مقام ابراہیم کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں...... مقام ابراہیم سے مراد کوئی کمرہ نہیں ہے...... بلکہ اس سے مراد وہ مخصوص پتھر ہے...... جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی ...... حضرت اسماعیل علیہ السلام آپ کو تعمیر کے لئے پتھر وغیرہ دیتے جاتے تھے...... اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے آپ کے پاؤں مبارک کے نشانات اب بھی اس پتھر پر موجود ہیں...... اس پتھر کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے......

اعلان حج:

جب اللہ تعالیٰ نے ...... اذن فی الناس بالحج...... (اے ابراہیم لوگوں میں حج کا اعلان کردو) کا حکم دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان کر دیا تو آپ نے عرض کیا پروردگار میری آواز کون سنے گا...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

تمہارا کام اعلان کرنا ہے اور جن انسانوں کے مقدر میں حج ہوگا ان تک آواز پہنچا دینا میرا کام ہے......

حضرت عمرؓ کی رائے اور مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرنے کا حکم:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا حال بیان کرتے ہوئے نقل

کرتے ہیں

قال؛ لما طاف النبی قا ل له ھذا مقام ابینا ؟ قال نعم ...... قال افلا نتخذہ مصلی؟ فانزل الله عزوجل (واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی) و فی روایه فلم یلبث الا یسیرا حتی نزلت الخ۔ (تفسیر ابن کثیر ۱۰ص ۱۶۹)

نبی ﷺ نے طواف کرلیا تو حضرت عمرؓ نے مقام ابراہیم کی طرف اشارہ کر کے کہا کیا یہی ہمارے باپ کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ...... کیا پس ہم اس کو نماز کی جگہ نہ بنالیں ؟ اس پر آیت نازل ہوئی......واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ...... کہ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو......ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کے تھوڑی دیر بعد ہی یہ حکم نازل ہوگیا......

امام بخاری نقل کرتے ہیں:

عن انس قال عمر وافقت الله فی ثلاث او وافقنی ربی فی ثلاث قلت یا رسو ل الله لو اتخذت مقام ابراھیم مصلی فانزل الله واتخذ و ا من مقام ابراھیم مصلی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے تین باتوں میں میری رائے اللہ تعالی کے علم کے موافق ہوئی یا میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت فرمائی (اوّل) میں نے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ اگر آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ قرار دے دیں (تو بہتر ہوگا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کردی ...... واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (بخاری کتاب التفسیر ج ۲۰ص ۲۴۴)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اوّلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم کے پاس نماز ادا کرنے کے خیال کا اظہار کیا تھا جو اللہ کو پسند آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس رائے اور خیال کے مطابق اس جگہ نماز کا حکم جاری کر کے ہمیشہ کے لیے ضابطہ بنا دیا گیا۔

مختصر تاریخ:

پہلے یہ پتھر دیوار کعبہ کے ساتھ دروازہ کی دائیں جانب ایک مخصوص جگہ میں تھا...... جس کو لوگ آج بھی جانتے ہیں...... خلیل اللہ نے اس کو اس جگہ رکھ دیا تھا...... یا تعمیر کرتے وقت آخری حصہ یہی بنایا ہوگا...... اور یہیں پہ وہ پتھر رہنے دیا گیا...... پہلے یہ پتھر ایک چبوترے پر رکھا ہوا تھا مگر بعد میں حکومت نے اس کو شیشے کے ایک خول میں بند کر دیا ہے اور اس کے اوپر پیتل کی خوبصورت جالی لگا دی گئی ہے...... اور اس طرح پتھر کی دوہری حفاظت کا بندوبست کر دیا گیا ہے...... اب مقام ابراہیم دور سے نظر نہیں آتا مگر جالی کے قریب کھڑے ہو کر دیکھیں تو صاف نظر آتا ہے...... کہ اس پر حضرت ابراہیم کے پاؤں کے نشان موجود ہیں...... عام ایام میں تو مطوّفین مقام ابراہیم اور بیت اللہ شریف کے درمیان ہی چلتے ہیں...... مگر ایام حج میں جوں جوں رش بڑھتا ہے مقام ابراہیم طواف کرنے والوں کے درمیان آ جاتا ہے...... اور لوگ اس کے دونوں طرف سے گذرتے رہتے ہیں......

مقام ابراہیم کے پاس نماز کی حیثیت:

مقام ابراہیم یہ تقریباً ۱۴ انچ مربع چھوٹا سا پتھر ہے اور یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی دو ہزار سال پہلے کا یہاں پڑا ہوا ہے...... اس لیے اس چھوٹے سے پتھر کو مصلّیٰ بنا کر اس پر نماز نہیں پڑھی جا سکتی لہٰذا اس کے آس پاس نماز ادا کی جا سکتی

ہے...... چنانچہ ہر طواف کرنے والا طواف کے سات چکر پورے کرنے کے بعد دو رکعت نماز مقام ابراہیم کے پاس ادا کرتا ہے...... اگر اس کے بالکل قریب جگہ نہ ملے تو پیچھے کہیں بھی دو رکعت واجب الطواف ادا کر لئے جاتے ہیں...... امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طواف کے دو رکعت واجب ہیں...... جبکہ دوسرے ائمہ اس کو سنت قرار دیتے ہیں بہر حال اس مقام پر نماز ادا کرنے کی بہت فضیلت ہے۔

ھدایہ میں ہے کہ

ثم یاتی المقام فیصلی عندہ رکعتین اوحیث تیسر من المسجد وھی واجبہ عندنا (ھدایہ ج ۱ ص ۲۴۲)

پھر مقام ابراھیم کے پاس آکر دو رکعت ادا کرے یا مسجد میں جہاں بھی موقعہ ملے اور یہ دو رکعت واجب ہیں......

مقام ابراھیم کی دوسری تفسیر:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ....قال مقام ابراھیم الحرم کلہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے............ کہ مقام ابراھیم سے مراد کل حرم ہے......

تیسری تفسیر:

مقام ابراہیم علیہ السلام سے مراد وہ پتھر ہے جسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نہانے کیلئے ان کے پاؤں کے نیچے رکھا تھا...... لیکن محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے......

حکاہ القرطبی وضعفہ ورجحہ غیرہ۔ (روح المعانی ص ۳۸۰ ج ۱...... تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۶۹)

بہر حال اکثر مفسرین مقام ابراہیم سے مراد بیت اللہ کی تعمیر کیلئے استعمال ہونے والا پتھر ہی مراد لیتے ہیں ...... جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر تعمیر کی تھی ...... اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق یہاں نماز ادا کرنے کا حکم نازل ہوا ہے ......



(۳)

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ

(پ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۱۹)

"آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں...... کہہ دیں ان دونوں میں بڑا گناہ اور فائدہ بھی ہے لوگوں کیلئے ...... اور ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے"۔

حضرت عمرؓ کی رائے اور آیات حرمت شراب کا نزول

ابتدائے اسلام میں عرب کی دیگر رسومات کی طرح شراب خوری بھی عام تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے ......تو مدینہ میں بھی شراب کا عام دور چلتا تھا......

لوگوں کی نظر شراب کے صرف ظاہری منافع اور فوائد پر تھی ......اس کے مفاسد اور خرابیوں کی طرف کوئی دھیان نہیں تھا...... لیکن عادۃ اللہ یہ بھی ہے' کہ ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کچھ صاحب بصیرت افراد پیدا کر دیتے ہیں...... جو قبل از وقت حرام ہونے والی چیز سے نفرت کرنا شروع کر دیتے ہیں ......ایسے کچھ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی تھے......یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم شراب کی حلت کے زمانہ میں بھی اس کے قریب نہ جاتے تھے...... خصوصاً حضرت عمرؓ حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہی اس سے نفرت بھی کرتے تھے اور اس کے بارے میں اسلام کے واضح حکم کا انتظار بھی......

چنانچہ علامہ ابن کثیر نقل کرتے ہیں......

عن ابی میسرة عن عمرقال: لما نزل تحریم الخمر قال:اللھم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا فنزلت ھذہ الایته التی فی البقرة (یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر) فدعی عمر فقرئت علیه فقال:اللھم بین لنا فی الخمر بینا شافیا فنز لت الایته التی فی النساء(یا ایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوة وانتم سکاری)فکان منادی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقام الصلوة نادی:ان لایقربن الصلوة سکران فدعی عمر فقرئت علیه فقال:اللھم بین لنافی الخمر بیا نا شا فیا فنزلت الایته التی فی المائدہ فدعی عمر فقرئت علیه فلما بلغ(فھل انتم منتھون) قال عمرانتھینا انتھینا)

ابو میسرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرما یا: جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ ہمارے لئے شراب کے متعلق واضح حکم نازل فرما ...... اس پر سورۃ بقرہ کی آیت نازل ہوئی (یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اورانہیں یہ آیت پڑھ کرسنائی گئی...... لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے باوجود یہی دعا کی کہ اے اللہ ہمارے لئے اس سے بھی واضح حکم نازل فرما...... تو سورۃ النساء کی یہ آیت نازل ہوئی ...... یاایھا الذین امنو الا تقربوا الصلوة وانتم سکاری ۔الخ نماز کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے

منادی کرنے والا یہ اعلان کرتا کہ کوئی نشے والا نماز کے قریب بھی نہ آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت بھی ان کے سامنے تلاوت کی گئی پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی دعا کی کہ خدایا شراب کے متعلق اس سے بھی صاف حکم نازل فرما......

اس پر سورۃ مائدہ کی آیت انما الخمر۔ الخ اتری فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ آیت بھی سنائی گئی اور ان کے کانوں میں جب (فهل انتم منتهون) کے الفاظ پڑے تو آپ کہہ اٹھے انتہینا......انتہینا ہم باز آگئے......(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۵، روح المعانی ج ۲ ص ۱۱۱، ابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۵ ......ابو داود ......ترمذی......نسائی)

ایک روایت میں ہیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا......

انها تذهب المال وتذهب العقال......یعنی شراب مال کو برباد اور عقل کو نقصان پہنچاتی ہے......

حرمت شراب کے تدریجی احکام:

سورۃ بقرہ کی مذکورہ آیت میں شراب کو اگرچہ حرام تو نہیں کیا گیا...... مگر اسکی خرابیاں اور مفاسد بیان کر دیئے گئے ہیں کہ شراب کی وجہ سے انسان بہت سے گناہوں اور خرابیوں میں مبتلا ہو سکتا ہے......گویا اس کے ترک کرنے کے لئے ایک قسم کا مشورہ دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس مشورہ ہی کو قبول کر کے اسی وقت شراب کو چھوڑ بیٹھے......

اور بعض نے یہ خیال کیا کہ اس آیت نے شراب کو حرام تو نہیں کیا......

بلکہ مفاسد دینی کا سبب بننے کی وجہ سے اس کو سبب گناہ قرار دیا ہے...... ہم اس کا اہتمام کریں گے...... کہ وہ مفاسد واقع نہ ہوں...... تو پھر شراب میں کوئی حرج نہیں اس لیے پیتے رہے...... یہاں تک کہ ایک روز یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند اپنے دوستوں کی دعوت کی...... کھانے کے بعد حسب دستور شراب پی گئی...... اسی حال میں نماز مغرب کا وقت آیا...... سب نماز کے لئے کھڑے ہو گئے...... تو ایک صاحب کو امامت کے لئے آگے بڑھایا...... انہوں نے نشہ کی حالت میں جو تلاوت شروع کی تو سورۃ قل یایھا الکفرون کو غلط پڑھا...... اس پر شراب کے روکنے کے لئے دوسرا قدم اٹھایا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی......

یایھا الذین امنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری۔الخ

(پ۵،سورۃ النساء، آیت ۴۳)

یعنی اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ...... اس میں خاص اوقات نماز کے اندر شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا گیا...... باقی اوقات میں اجازت رہی...... بعض حضرات صحابہؓ نے پہلی آیت نازل ہونے کے وقت شراب کو مطلقاً ترک کر دیا کہ جو چیز انسان کو نماز سے روکے اس میں کوئی خیر نہیں ہو سکتی...... جب نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہو گئی تو ایسی چیز کے پاس نہ جانا چاہئے...... جو انسان کو نماز سے محروم کر دے مگر چونکہ علاوہ اوقات نماز کے شراب کی حرمت صاف طور پر نازل نہیں ہوئی تھی...... اس لئے کچھ حضرات اب بھی اوقات نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں پیتے رہے...... یہاں تک کہ ایک اور واقعہ پیش آیا...... عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے چند صحابہ کرام کی دعوت کی جن میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے...... کھانے کے بعد حسب دستور شراب کا دور چلا......

نشہ کی حالت میں عرب کی عام عادت کے مطابق شعرو شاعری اور اپنے اپنے مفاخر کا بیان شروع ہوا...... سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں انصار مدینہ کی ہجو اور اپنی قوم کی مدح وثنا تھی اس پر ایک انصاری نو جوان کو غصہ آ گیا...... اور اونٹ کے جبڑے کی ہڈی سعد رضی اللہ عنہ کے سر پر دے ماری جس سے ان کو شدید زخم آ گیا...... حضرت سعد رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ...... اور اس انصاری نو جوان کی شکایت کی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی...... اللھم بین لنا فی الخمر بینا شافیا یا اللہ...... شراب کے بارے میں کوئی واضح بیان اور قانون عطا فرما دے...... اس پر شراب کے متعلق تیسری آیت سورۃ مائدہ کی مفصل نازل ہوگئی جس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا......

آیت یہ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿٩١﴾

(پ ۷، سورۃ المائدہ، آیت ۹۰، ۹۱)

یعنی اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور جوئے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو...... شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارا آپس میں بغض اور عداوت پیدا کر دے.......... اور اللہ تعالی کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو کیا اب بھی باز آؤ گے......

حرمت و مذمت شراب کے متعلق چند احادیث:

۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ شراب کے دس متعلقات پر لعنت ہے...... خود شراب پر لعنت...... پینے والے اور پلانے والے پر لعنت...... بیچنے والے اور خرید نے والے پر لعنت...... شراب کشید کرنے والے...... شراب بنانے والے...... شراب اٹھا کر لے جانے والے اور جس کی طرف لے جا رہا ہو اس پر اور شراب کی قیمت کھانے والے...... ان سب پر لعنت ہے......

۲) ثابت کہتے ہیں...... کہ ایک دفعہ میں نے ابن عمرؓ سے شراب کی قیمت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ سرور کائنات ﷺ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے حکم پر ساری شراب بقیع میں جمع کر کے آپ ﷺ کو اطلاع کر دی گئی تو آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے...... میں بھی آپ کے ساتھ ہو گیا راستہ میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ملے تو ان کو بھی آپ ﷺ نے ساتھ لے لیا بقیع پہنچ کر آپ نے اوّلاً شراب کے دس متعلقات پر لعنت بھیجی پھر ایک تیز چھری منگوا کر شراب کو ضائع کرنا شروع کر دیا تو کسی نے کہا کہ یا رسول اللہ اس میں فائدہ بھی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہاں......

ولکنی افعل ذلك غضبا لله لما فیها من سخطه۔

اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈر کر ایسے کر رہا ہوں کیونکہ شراب میں خدا کی ناراضگی ہے۔

۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے نشے کی وجہ سے ایک وقت کی نماز کھو دی گویا اس کے پاس ساری دنیا تھی

جو چھن گئی...... اور جس نے چار وقت کی نماز ضائع کر دی تو اب اللہ کو حق ہے کہ اس کو طینۃ الخبال پلائے...... پوچھا گیا کہ طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اہل جہنم کے جسم کی نچوڑی ہوئی گندگی۔

۴) حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے زیر تربیت کچھ یتامیٰ ہیں جنہیں ورثہ میں کچھ شراب ملی ہے...... آپ ﷺ نے فرمایا ساری شراب بہا دو...... ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس کا سرکہ بنا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

۵) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عقل پر پردہ ڈالنے والی پینے کی ہر چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے...... جو کوئی نشہ آور چیز پیئے گا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہو گی...... اگر توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیں گے...... (یہ احادیث تفسیر ابن کثیر سے لی گئی ہیں، ص ۹۴ تا ۹۶ ج ۲)

بہر حال محدثین و مفسرین رحمہم اللہ حرمتِ شراب کے تدریجی احکام اور نزول آیات بینات کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرار دیتے ہیں...... بعض مؤلفین نے تو کہا ہے کہ حرمت شراب کے بارے میں نازل ہونے والی ہر آیت حکم علیحدہ اور مستقلاً حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق اتری ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تدریجاً حرمت شراب سے متعلق نازل ہونے والی آیات کو جدا جدا عنوانات کے تحت درج کیا ہے...... اور مستقل فاروقی رائے قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت ابو میسرہ کی مذکورہ روایت میں حضرت عمرؓ کی آرزو اور تمنا اور پھر نزول آیات حرمتِ شراب کی تفصیل گزر چکی ہے......



(۴)

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْـَٔـٰنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ

(پ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۷)

''روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا...... وہ تمہارا لباس ہیں تم ان کا لباس ہو...... اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے پس معاف کیا تم کو اور درگزر کی تم سے...... پس اب تم ملو اپنی عورتوں سے اور تلاش کرو اسکو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے''۔

تشریح:

ابتدائے اسلام میں روزہ داروں کے لئے شروع رات میں کھانے پینے وغیرہ کی اجازت تھی...... سو جانے کے بعد اگر کوئی کھانا پینا یا اپنی عورت سے قربت کرنا چاہتا تو اس کی ممانعت تھی...... بعض لوگوں سے اس کے خلاف عمل سرزد ہو گیا تو وہ خدمت نبوی ﷺ میں اقرار و اظہار ندامت اور توبہ استغفار کے ساتھ حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبول توبہ کا اعلان ہوا...... یہ تو اس آیت کے شان نزول کا عمومی پہلو ہے جس کے مطابق کسی ایک صحابی کو شان نزول کا سبب قرار نہیں دیا جا سکتا...... لیکن جب علیحدہ علیحدہ روایات کو دیکھا جائے تو اس سلسلہ

میں حضرت قیس بن صرمہ رضی اللہ عنہ انصاری کا نام بھی آتا ہے...... کہ ایک دفعہ وہ دن بھر کھیتی باڑی کا کام کر کے شام کو جب گھر آئے...... تو بیوی سے کھانا لانے کو کہا...... بیوی نے جواب دیا کہ کھانے کے لئے کچھ نہیں البتہ میں کہیں سے لاتی ہوں...... وہ گئیں اور واپس آئیں تو دیکھا کہ قیس رضی اللہ عنہ تو سو چکے ہیں...... بڑا افسوس کیا کہ یہ رات اور اس کے بعد دن پھر شام تک بھوکے کیسے گزرے گا چنانچہ جب آدھا دن ہوا تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے...... حضور علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی......

فاروق اعظم اور نزول آیت:

علامہ محمود آلوسی، علامہ ابن کثیر اور جمہور مفسرین مختلف اسناد کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کا سبب نزول قرار دیتے ہیں...... ایسے ہی علامہ سیوطی بھی تو اس آیت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات اور موافقات میں شمار کرتے اور لکھتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں رمضان کی رات میں بیوی سے قربت منع تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کچھ عرض کیا تو اس کے بعد یہ آیت...... احل لکم۔ الخ...... نازل ہو گئی...... تاریخ الخلفاء ص ۱۹۹ دیگر کئی آیات بینات کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونے نے اس آیت کو ان میں سے شمار کرنا آسان بنا دیا...... کیونکہ یہ وصف و کمال حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی زندگی کا ایک خصوصی اور تابناک پہلو ہے...... اور متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کی خدمت نبوی میں حاضری کے بعد یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ علامہ ابن کثیر...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں......

کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجلس نبوی میں بیٹھے دیر تک باتیں کرتے رہے بیوی کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ میں سو گئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو

بہانہ سمجھا اور مباشرت کر لی...... فغدا عمر بن الخطاب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فانزل اللہ (عَلِمَ اللہ۔ الخ) ...... صبح کو حضرت عمرؓ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل کر دی...... عَلِمَ اللہ الخ ...... عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کی ایک اور روایت علامہ ابن کثیر نے نقل کی ہے......
قام عمر بن الخطاب فقال یارسول اللہ ......فنزل فی عمر (احل لکم۔ الخ) ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت عمر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی...... (احل لکم الخ) ابن کثیر ج اص ۲۲۰ صاحب روح المعانی نے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق روایات نقل کی ہیں...... (روح المعانی ......ج ......اص ۶۴)



(۵)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

(پ ۵، سورۃ النساء، آیت ۶۵)

"پس قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ ایماندار نہیں ہو سکتے ...... جب تک کہ اپنے تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں...... پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمان برداری کے ساتھ قبول کرلیں"۔

منافق کے فیصلہ رسول سے انکار پر حضرت عمرؓ کا فیصلہ اور تائید ایزدی

مدینہ منورہ میں ایک واقعہ پیش آ گیا تھا جس کے بارے میں یہ آیہ اور اس سے قبل کچھ آیات نازل ہوئیں...... قصہ یہ تھا کہ بشر نامی ایک منافق جو اپنے کو مسلمانوں میں سے سمجھتا تھا...... اس کا ایک یہودی کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو گیا بشر منافق کہتا تھا کہ اپنے جھگڑے کا فیصلہ کعب بن اشرف سے کروائیں کعب بن اشرف یہودیوں کا سردار تھا...... بدر کی لڑائی میں کفار کی ناکامی کے بعد مکہ گیا...... اشعار کہہ کہہ کر خود بھی روتا تھا اور دوسروں کو بھی رولاتا تھا...... اور کفار کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کرتا تھا...... بہر حال یہودی نے منافق سے کہا تمہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرواتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروانے پر تیار نہیں ہو رہا تھا...... وہ سمجھتا تھا کہ میں جھوٹا ہوں...... فیصلہ میرے

خلاف ہی ہوگا...... آخر کار ان دونوں میں بات چیت کے بعد یہ طے پایا کہ چلو حضرت محمد ﷺ سے فیصلہ کرواتے ہیں...... چونکہ منافق غلطی اور ناحق پر تھا اس لئے حضور ﷺ نے فیصلہ تحقیق کے بعد یہودی کے حق میں کر دیا...... جو بشر منافق کو ناگوار گزرا اور حضور ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا...... اپنے حق میں مقدمہ کا فیصلہ کروانے کیلئے منافق نے ایک نئی راہ نکالی...... کہ اب فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کرواتے ہیں...... منافق کا خیال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار کے معاملہ میں بڑے سخت ہیں تو فیصلہ میرے حق میں دے دیں گے...... یہودی نے یہ بات بھی قبول کر لی...... دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے...... یہودی نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا کہ اس واقعہ کا فیصلہ جناب رسول اللہ ﷺ میرے حق میں کر چکے ہیں اور یہ شخص اس پر مطمئن نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر سے پوچھا کیا قصہ ایسے ہی ہے، منافق نے اقرار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا تو ذرا ٹھہرو میں ابھی فیصلہ کئے دیتا ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر گھر میں تشریف لے گئے ایک تلوار لائے اور منافق کا کام تمام کر دیا اور فرمایا کہ جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں، پھر عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ اس کے حق میں یہی ہے، چنانچہ علامہ محمود آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں......

و سبب نزولها...... كما قال الشعبى...... ومجاهد هذا ما مر من قصه بشر واليهودى الذين قضى بينهما عمر بن الخطاب رضى الله عنه بما قضى۔

اس آیت کا شان نزول جیسا کہ شعبی اور مجاہد نے کہا ہے کہ بشر منافق اور یہودی کا وہ قصہ ہے جس کا فیصلہ ان کے درمیان حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ (روح المعانی ج......۵ ص ۷۱)

علامہ جلال الدین سیوطی بھی مذکورہ آیت کو موافقات عمر رضی اللہ عنہ میں سے شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سے ابوالاسود نے اس واقعہ اسی طرح بیان کیا ہے...... (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۰)

مفسرین نے لکھا ہے کہ منافق مقتول کے ورثاء نے حضرت عمرؓ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا کہ انہوں نے بغیر دلیل شرعی کے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے...... مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے معاملہ کی اصل حقیقت واضح کر دی ہے ...... اور مقتول کا نفاق ظاہر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بری قرار دیا ہے...... اور آیت کے نزول سے آپ کے فیصلہ کی تصدیق بھی کر دی گئی ہے، بعض روایات میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب عطا کیا گیا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں......

وفی بعض الروایات...... وقال جبرئیلؑ ان عمرؓ فرق بین الحق والباطل وسماہ النبی الفاروق رضی اللہ عنہ

"اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا عمر رضی اللہ عنہ نے تو حق و باطل میں فرق کر دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام فاروق رکھا" (روح المعانی ج ۵ ص ۶۷)

خلاصہ تفسیر:

یعنی جب تک یہ لوگ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے ہر جانی مالی معاملات میں منصف اور حاکم تسلیم نہ کر لیں اور پھر آپ کے فیصلہ کے بعد اپنے دل میں کچھ بھی تنگی نہ پائیں اور آپ کے ہر فیصلہ کو خوشی سے قبول نہ کر لیں تو اس وقت تک ہرگز ان لوگوں کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا......



(۶)

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝

(پ ۹، سورۃ الانفال، آیت ۵)

''جیسا کہ نکالا آپ ﷺ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے واسطے اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی''۔

میدانی جنگ کے لئے فاروق اعظمؓ کی رائے اور نزول قرآن:

رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت ابتداء بدر کی لڑائی میں ابوسفیان کے شام کی طرف سے آنے والے قافلہ کے تعاقب کے لئے نکلے تھے...... جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا...... اس لئے جنگی سازوسامان بھی ساتھ نہیں لیا تھا...... لیکن قافلہ تو بچ کر نکل گیا...... ابوسفیانؓ نے ایک قاصد مکہ روانہ کر دیا تھا...... جس کے بعد کفار کا ایک بڑا لشکر جنگی آلات سے لیس ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آ گیا تھا ...... اب رسول خدا ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جس قافلہ کے تعاقب کے لئے آئے تھے وہ تو جا چکا ہے...... اس لئے واپس مدینہ جانا چاہیے...... بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ چونکہ کفار مقابلہ کے لئے آ چکے ہیں اس لئے ان سے پنجہ آزمائی کرنا ہی بہتر ہوگا...... رسول کریم ﷺ نے کفار کے مقابلہ میں نکلنے کا مشورہ لیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کفار کا مقابلہ کرنے اور جہاد کے لئے تیاری کی رائے دی......

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں...... کہ جب رسول اکرم ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ لیا تو حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نکلنے کا ہی مشورہ دیا تھا...... اور تب یہ آیت...... کما اخرجك ربك۔الخ ...... نازل ہوئی۔(تاریخ الخلفاء ص۱۹۹)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے گھر (مدینہ منورہ) سے اپنی خصوصی تائید وحمائت اور مدد ونصرت کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں نکالا اگرچہ کچھ لوگوں کی رائے اس کے خلاف تھی۔

لیکن اللہ نے آپ کے ذریعہ احقاق حق اور ابطال باطل کر دیا......



(۷)

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

(پ۱۰، سورۃ الانفال، آیت ۶۷، ۶۸)

"کسی نبی کے لیے یہ لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ ان کو قتل کرے زمین میں خوب ان کا خون بہائے تم دنیا کا مال و منال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے اگر اللہ کا لکھا ہوا مقدر نہ ہو چکا ہوتا اس چیز کے بارے میں جو تم نے لی ہے...... ضرور تم کو بڑا عذاب پہنچتا"۔

مختصر تذکرہ غزوہ بدر:

اس آیت کریمہ کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے غزوہ بدر کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کر دیا جائے مقام بدر پر کفر و اسلام کے درمیان پیش آنے والے معرکے کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں اس جنگ کو اللہ نے یوم الفرقان حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی کہا ہے ...... یہ معرکہ رمضان المبارک میں پیش آیا تھا جو مہینہ بھی فرقان تھا شروع رمضان میں سرور کائنات ﷺ کو پتہ چلا کہ ان لوگوں کا تجارتی قافلہ مال و اسباب سے لدا ہوا شام سے مکہ واپس

آرہا ہے جنہوں نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے جان نثاروں کو ظلم وستم کی انتہا کرنے کے بعد اپنے ہی شہر...... گھر...... مال ودولت اور اعزاء اقرباء کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا...... اس قافلہ کا قائد اور سردار ابوسفیان تھا...... آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قافلہ کا تعاقب کرنے کے بارے میں مشورہ کیا تو قافلے کا پیچھا کرنے کیلئے جب آپ ﷺ اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے قافلہ تو بچ کر نکل گیا...... البتہ حق وباطل کے پرستاروں کے درمیان اپنی اپنی شجاعت وبہادری کے جوہر دکھانے اور نفاق واخلاص اور صدق وکذب کے فوائد ومفاسد کے اظہار کا موقع میسر آ گیا......

چنانچہ کفار ومشرکین رقص وسرور کی محفلیں سجاتے مے خوری کرتے ہوئے ...... عورتوں کی آرائش وزیبائش کا اظہار کرتے متکبرانہ انداز میں اچھلتے...... کودتے ...... دوڑتے قبل از وقت خوشی ومسرت کے شادیانے بجاتے...... ۹۵۰ افراد...... سات سو اونٹ...... سو گھوڑے ہر قسم کے اسلحہ سے لیس بڑی تعداد میں زرہوں...... خودوں...... اور جنگی آلات وہتھیاروں کے ساتھ نکلے جبکہ ان کے مقابلہ میں مسلمان رقص وسرور کی جگہ اللہ کا نام بلند کرتے، شراب خوری کی بجائے صحبت رسول، اخوت وبھائی بندی کا پانی پیتے، عاجزی وانکساری کی چال چلتے، عشق رسول سے سرشار شہادت کے شوق سے بھرپور تین سو تیرہ کی قلیل تعداد...... دو گھوڑے ...... ستر اونٹ اور چند تلواریں لے کر کفار کے مقابلہ میں آ گئے......

بدر کے مقام پر جب میدان کارزار گرم ہوا تو دین اسلام کا لباس پہن کر بچوں تک نے جو شجاعت وبہادری کے جوہر دکھائے تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے بھی قاصر نظر آتی ہے...... معاذ ومعوذ چھوٹے بچوں نے کفر وشرک کے ستون ابوجہل کو موت کے گھاٹ اتار کر باطل اور غرور وتکبر کی جڑ کاٹ دی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جرات کے نقوش چھوڑ رہے تھے...... حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی کافروں نے ٹانگ کاٹ دی تو وہ الگ ہوکر بیٹھ جانے کی بجائے یہ اشعار پڑھتے ہوئے کفار کا مقابلہ کرتے رہے......

فان يقطعوا رجلي فاني مسلم ارجی به عيشا من الله عاليا
والبسنی الرحمن من فضل منه لباسا من الاسلام غطی المساويا

"اگر کافروں نے میری ٹانگ کاٹ دی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اس کے صلہ میں میں اللہ سے بلند عیش کا امیدوار ہوں...... اور اس لیئے کہ اللہ نے محض اپنی مہربانی سے مجھ کو اسلام کا لباس پہنایا جس نے تمام برائیوں کو ڈھانپ لیا"۔

معرکہ جب اپنے جوبن کو پہنچا انجام کار اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح مبین سے سرفراز فرمایا...... کفار کے ستر آدمی قتل اور ستر کو گرفتار کرلیا گیا...... مقتول افراد کی لاشوں کو ایک کنویں میں ڈال دیا گیا......

جس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت نے ایک طویل قصیدہ کہا ہے!

ينا ديهم رسول الله لما
قذ فناهم كبا كب فی القليب

جب ہم نے مقتول کافروں کو کنویں میں پھینک دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی۔

الم تجلوا حد يثی كان حقا
وامر الله يا خذ بالقلوب

"کیا تم نے ہماری بات کو حق نہیں پایا اور اللہ تو دلوں کا مالک ہے۔"

فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا

صدقت و کنت ذا رای مصیب

پس انہوں نے کوئی جواب نہ دیا اگر بالفرض جواب دیتے بھی تو یہی کہتے کہ آپ نے سچ کہا اور آپ ہی کی رائے درست تھی......

اسیران بدر کی بابت مشورہ فاروق اعظمؓ کی رائے اور تائید ایزدی:

مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے گرفتار کیے جانے والے کافروں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے اور مشورہ طلب کیا علامہ ابن کثیر نقل کرتے ہیں......

عن علیؓ قال جاء جبریل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... یوم بدر فقال خیر اصحابك فی الاساری......

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں...... نبی ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا ان شاوا الفدا وان شاوا القتل...... کہ اپنے صحابہ کو دو باتوں میں سے ایک میں اختیار دیجئے کہ وہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیں یا انہیں قتل کر دیں"۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۶)

فدیہ کی صورت میں آئندہ سال تمہارے ستر قتل کیے جائیں گے کہ قتل وفدیہ میں یہ اختیار ایسا ہی تھا جیسے معراج میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ اور شراب میں اختیار دیا گیا تھا آپ نے جب دودھ کو پسند کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے اگر آپ شراب کو اختیار کرتے تو آپ کی امت بہک جاتی۔

بہر حال آپ نے جب قیدیوں کے بارے میں رائے طلب کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے ممکن ہے یہ خود اسلام قبول کر لیں یا ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ اسلام کے داعی بن کر اٹھیں...... اور جو فدیہ ملے گا اس سے جنگی ساز و سامان خرید لیا جائے گا اور جو سال آئندہ قتل ہوں گے وہ شہادت کا مرتبہ پائیں گے...... حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی بہت سارے صحابہ نے حمایت کی ان میں کچھ لوگ وہ بھی تھے جن کے پیش نظر مالی منفعت تھی جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ضرت اعنا قھم فا عرض عنه النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گردنیں اڑا دی جائیں آپ نے ان سے منہ پھیر لیا......

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ یہ کفار و مشر[illegible] سردار ہیں ان کو قتل کر دیا جائے گا تو اسلام کا رعب و دبدبہ کفر و شرک کے ایوانوں تک پہنچ جائے گا اور کافروں کا سر ٹوٹ جائے گا آئندہ مخالفین اسلام کو دین حق کے مقابلہ میں آنے کی جرات نہیں ہوگی...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے اتفاق کرنے والے ایک صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے......

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شان رحمت و رافت رحم دلی و نرم دل کے پیش نظر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا......

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سن کر فرمایا اے عمر! تیری شان حضرت نوح علیہ السلام اور موسی علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی اپنی قوم کے سرکشوں کیلئے بددعاء کی تھی......

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تیری شان حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے عرض کیا تھا اے اللہ میری پیروی کرنے والے تو

میرے ہیں...... جو میرے مخالف ہیں وہ بھی تیری معافی اور بخشش کے محتاج ہیں۔

فدیہ لے کر چھوڑنے پر تنبیہہ:

خلاصہ کلام...... آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق فدیہ لے کر رہا کرنے کا حکم دیا تو اللہ تعالی کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا گیا اور جن کے پیش نظر مالی منفعت تھی ان کو...... تریدون عرض الدنیا......

فرما کر تنبیہہ کی گئی اور یوں شان فاروقی کا بارگاہ ایزدی سے اعلان وا ظہار کر دیا گیا...... ما کان لنبی۔ الخ ...... کسی نبی کیلئے لائق نہیں کہ اس کے پاس قیدی آئیں یہاں تک کہ وہ زمین میں ان کا خوب خون بہائے......

بعض روایات میں ہے...... کہ ممکن ہے ان لوگوں کو سخت سزا دی جاتی جنہوں نے صرف مالی فائدہ کو مدنظر رکھ کر رائے دی تھی لیکن وہ چیز مانع آئی جو خدا پہلے طے کر چکا اور لکھ چکا ہے اور وہ یہ تھا اللہ نے بدری صحابہ کو عذاب نہ دینا طے کر لیا تھا۔ (ابن کثیر ص ۳۲۶ ج ۲)

علامہ محمود آلوسی محمد بن اسحاق سے نقل کرتے ہیں......

لو انزل من السماء عذاب لما نجا منه غير عمر بن الخطاب و سعد بن معاذ لقوله كان الاثخان في القتل احب الي روح المعاني۔ (ج ۱۰ ص ۳۵)

گر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی نہ بچتا کیونکہ اللہ تعالی کو ان قیدیوں کی خون ریزی پسند تھی...... حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حصرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عتاب ربانی سن کر رو پڑے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رونے کا سبب دریافت کیا۔

ابکی للذی عرض علی اصحابك من ا خذ هم الفدا ء

لقد عرض علی عذاب هم ادنی من هذه الشجر ة صحیح

مسلم۔ (ص۹۳ ج ۲ مسند احمد ص۳۳ ج ۱)

آپ نے فرمایا تیرے ساتھیوں پر فدیہ لینے کی وجہ سے من جانب اللہ جو عذاب پیش کیا گیا اس کی وجہ سے روتا ہوں میرے سامنے ان کا عذاب اس درخت کے قریب پیش کیا گیا...... ان روایات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے پسند تھی جس کے مطابق سورۃ الانفال کی مذکورہ بالا آیات بینات نازل ہوئیں......



(۸)

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

(پ۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۸۴)

”اور کبھی نماز نہ پڑھیں ان میں سے کسی پر جو مر جائے اور نہ ہی کھڑے ہوں اس کی قبر پر بیشک وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور وہ نافرمان مر گئے۔“

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا مختصر تعارف:

اس آیت کریمہ کے مضمون کی وضاحت کے لئے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا تعارف قدرے تفصیل سے لکھا جاتا ہے...... عبداللہ بن ابی مدینہ منورہ کا رہائشی تھا...... بڑا ہوشیار و چالاک تجربہ کار اور مکار آدمی تھا...... آفتاب و ماہتاب رسالت کے مدینہ میں آمد و تشریف آوری سے قبل سرداری کا متمنی و خواہش مند تھا...... یثرب کی سرداری کا فیصلہ اس کے لئے ہو چکا تھا...... اور اس کے لئے تاج بھی بنایا جا چکا تھا...... صرف باقاعدہ اس کی قیادت کا اعلان ہونا باقی تھا...... لیکن شمس الضحی کے سامنے نفاق کی ظلمت قیادت کی روشنی کیسے حاصل کر سکتی تھی...... حضور ﷺ کی مدینہ آمد سے اس کے منصوبے خاک میں مل چکے تھے...... اس کو اپنی سرداری کی ناکامی کا سخت قلق اور افسوس تھا...... اس لئے مصلحتاً مسلمان ہو گیا تھا...... باطن کفر و نفاق سے بھرا ہوا تھا...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان تصادم کرانے اور دور جاہلیت کی طرح بغض و عناد اور قتل و قتال کی آگ سلگانے کی فکر میں رہتا تھا...... اس قسم کا ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب رسول اللہ ﷺ ۵ھ کو بنی

المصطلق کے سردار حارث ابی ضرار کے مقابلہ میں نکلے چشمہ مریسیع پر پانی کے سلسلہ میں ایک مہاجراور انصاری کے درمیان کچھ ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا تو انصاری نے یا للانصار اور مہاجر نے یا للمہاجرین کہہ کر پکارا قریب تھا کہ حالات خراب ہو جاتے رسول اللہ ﷺ کو بر وقت پتہ چل گیا! آپ نے فرمایا یہ کیسی جاہلیت کی آوازیں ہیں...... دعوھا فانھا منتنہ...... ان باتوں کو چھوڑو یہ گندی اور بد بودار ہیں......

عبداللہ بن ابی اور کچھ منافقین بھی اس موقعہ پر موجود تھے...... نفرت کی چنگاری سلگانے کا موقعہ غنیمت جان کر ابن ابی نے انصاری سے کہا کہ تم نے مہاجرین کو اپنے سروں پر مسلط کر رکھا ہے...... کل تک یہ لوگ تمہارے محتاج تھے آج ہمارے یہی خلاف بولنے لگے ہیں...... مدینہ میں جا کر عزت والے ذلت والے کو نکال باہر کریں گے......

حضرت زید بن ارقم (جو چھوٹے تھے) نے ابن ابی کی یہ گفتگو سن لی اور خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنا دیا...... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے اجازت مانگی کہ ابن ابی کا سر کاٹ لاؤں...... آپ ﷺ نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگیں محمد ﷺ اپنے ہی اصحاب کو قتل کروانے لگے ہیں......

عبداللہ بن ابی کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا جو سچے اور مخلص مسلمان صحابی تھے...... جب ان کو اس واقعہ کا علم ہوا...... حضور ﷺ کے پاس آئے ......عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میرے والد کو قتل کروانا چاہتے ہیں...... کسی اور کو میرے والد کے قتل کی اجازت نہ دیں کہ کہیں شفقت پدری کے جوش میں میں باپ کے قاتل کو قتل کر کے مسلمان کے خون بہانے کا

مرتکب نہ بن جاؤں...... لہٰذا اگر آپ کی طرف سے اشارہ ہو تو میں خود اپنے باپ کا سر کاٹ کر حاضر کر دیتا ہوں اس کو حضور ﷺ نے قتل کی اجازت نہ دیتے ہوئے والد کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا......

ایک روایت میں عبد اللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبد اللہ نے مدینہ میں داخل ہونے سے قبل اپنے والد کا دامن تھام لیا تھا جب تک ابن ابی رسول اللہ ﷺ کے عزت والا ہونے اور اپنے ذلیل ہونے کا اعتراف نہ کیا مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا تھا......

واقعہ افک:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف منافقین نے جو طوفان کھڑا کر دیا تھا اس کا مرکزی کردار بھی عبد اللہ بن ابی تھا...... اسی کے بارے میں رسول اکرم ﷺ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا...... من یعذرنی من رجل قد بلغنی اذاہ فی اهل بیتی...... اے گروہ مسلمین کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو میرے اہل بیت کے بارے میں ایذاء پہنچائی ہے......

غرضیکہ عبد اللہ بن ابی ظاہراً مسلمان اور باطناً مسلمانوں کا سخت ترین دشمن تھا......

عبد اللہ بن ابی کی موت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے:

جب مدینہ منورہ میں عبد اللہ بن ابی کی وفات ہو گئی...... تو حضرت عبد اللہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والد نے وصیت کی تھی کہ اسے آپ ﷺ کی قمیض میں کفن دیا جائے...... آپ ﷺ نے اپنی قمیض دے دی......

ایک روایت میں ہے کہ بدر میں جو لوگ قید ہو کر آئے تھے ان میں آپ

کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے...... ان کو کسی کی قمیض پوری نہ آتی تھی عبد اللہ بن ابی نے اپنی قمیض حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دے دی تھی جو ان کے بدن پر پوری آ گئی تھی...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض اس کے بدلہ میں دی تھی......

پھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست بھی کی جو قبول کر لی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے مغفرت کی اس کے منہ میں لعاب بھی ڈالا...... جب آپ جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کیا...... کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ شخص ہے...... جس نے فلاں فلاں موقعہ پر یہ یہ کہا تھا اللہ نے آپ کو منافقین کے لئے استغفار سے بھی منع کیا ہے۔

آپ صل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے استغفار کا اختیار دیا ہے میں ستر سے (۷۰) بھی زیادہ دفعہ اس کے لئے استغفار کروں گا......

اس وقت یہ آیات نازل ہوئی اور آپ کو منافقین کے جنازہ اور دعائے مغفرت سے کلیۃً روک دیا گیا......

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں علامہ ابن کثیر روایت نقل کرتے ہیں۔

فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلى عليه فقام عمر فاخذ بثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقا ل يا رسو ل الله تصلى عليه وقد نهاك ربك ان تصلى عليه ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما خيرنى الله فقال (استغفر لهم اولا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم) وساز يد على السبعين...... قال انه...... منا فق قال فصلى عليه صلى الله عليه وسلم فا نز

ل الله عز وجل ایه (ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره کذا (رواه مسلم)۔(ثم رواه البخاری مسند احمد ج ۱ص ۱۶ بخاری ج ۲ص ۶۷۳)

"چنانچہ آپ جنازہ پڑھانے کے ارادہ سے اٹھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے حالانکہ اللہ نے آپ کو اس سے منع کیا ہے...... آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے مجھ کو اختیار دیا ہے (کہ تو ان کے لیے استغفار کر یا نہ کر اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے تو بھی اللہ ان کو نہ بخشیں گے) میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کروں گا ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ یہ منافق تھا...... تاہم آپ نے اس جنازے کی نماز پڑھائی اس پر یہ آیت اتری (ولا تصل۔الخ)"۔(تفسیر ابن کثیر ج ۲،ص ۳۷۸)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: واکثر الروایات انه صلی اللہ علیہ وسلم وان عمرؓ احب عدم الصلوة علیه وعد ذالك احد موافقاته للوحی
(روح المعانی ج......۱۰ص ۱۵۴)

"زیادہ تر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھایا تھا...... اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا جنازہ پڑھانا پسند نہ تھا...... اور اس آیت کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونے کے بعد حضور رضی اللہ عنہ کسی منافق کا نہ تو جنازہ پڑھاتے تھے اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوتے

تھے، اسکے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طرز عمل بھی یہی رہا ہے کہ جس کی نماز جنازہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شرکت نہ کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک نہ ہوتے ...... کیونکہ حضرت حذیفہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے نام بتلا دیئے تھے اسی وجہ سے انھیں راز دار رسول کہا جاتا تھا حتی کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص کے جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے ہی تھے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے نماز پڑھانے سے منع کر دیا"۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ص ۳۷۹)



(۹)

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ؁

(پ ۱۸، سورۃ المؤمنون، آیت ۱۴)

"پس اللہ تعالی بڑے برکت والے ہیں جو سب سے بہتر پیدا کرنے والے ہیں"۔

خلقت انسانی کے مدارج:

اس سے پہلی آیات میں دنیا وآخرت کی کامیابی ظاہر و باطن کی پاکی اور مومنین کے اوصاف کا ذکر تھا...... اس آیت میں انسانی تخلیق کی وضاحت کی گئی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو ساری زمین کی منتخب مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد باقی تمام انسانوں کو نطفہ (پانی کی بوند) سے معرض وجود میں لائے اور نطفہ کو زمینی غذاؤں سے مرکب کر کے تخلیق انسانی جاری کر دیا گیا...... اور اس کے بعد دو (۲) آیتوں میں خلقت انسانی کے تقریبا سات مدارج بیان کیے گئے ہیں...... سب سے پہلے سلالہ من طین......

دوم نطفہ (پانی کی بوند) سوم علقہ (جما ہوا خون) چہارم مضغہ (گوشت کی بوٹی) پنجم عظام (ہڈیاں) ششم ہڈیاں پر گوشت چڑھانا ساتواں دور تکمیل تخلیق کا یعنی روح پھونکنا......

جب اللہ تعالی نے مٹی اور پھر نطفہ کو مختلف احوال واشکال اور مدارج سے گزار کر سمیع وبصیر اور جیتا جاگتا مکمل انسان تخلیق کرنے کی قدرت کا اظہار کر دیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ آیت سن کر بے ساختہ...... فتبارك الله احسن الخالقين...... کے الفاظ ادا ہوئے......

(نمبر اسلالہ...... چنی ہوئی...... نچوڑی ہوئی...... نچوڑ...... خلاصہ...... ازسل...... کسی چیز کو کسی چیز سے کھینچتے...... سونتے اور نچوڑنے کے ہیں اسم مشتق...... لغات القرآن...... ج ۳ ص ۲۲۰)

چنانچہ ابن ابی حاتم رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں...... کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

وافقت ربی ووافقنی فی اربع نزلت هذه الاية ...... ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين) الايه قلت انا فتبارك الله احسن الخالقين فنزلت (فتبارك الخ)

''کہ میں نے اپنے رب سے اور اللہ نے مجھ سے چار باتوں میں موافقت کی ہے...... ان میں سے ایک یہ کہ جب یہ آیت ولقد خلقنا الانسان ۔الخ نازل ہوئی تو میں نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین (پس اللہ بڑے برکت والے ہیں جو سب سے بہتر پیدا کرنے والے ہیں)تو اسی کے مطابق قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی...... بعض نے اس کی نسبت حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے...... لیکن علامہ ابن کثیر نے یہ کہہ کر کہا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مدینہ میں مسلمان ہوئے تھے اور یہ سورت مکی ہے اس نسبت کو ضعیف قرار دیا ہے ۔(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۴۱، الدر المنثور ج ۵ ص ۷) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے''۔(تاریخ الخلفاء ص ۱۹۸)

علامہ محمود آلوسی حضرت انس سے نقل کرتے ہیں......

ان عمر كان يفتخر بذالك ويذ كر انها احد ى مو ا فقاته الا ربع لدبه عزوجل ...... (روح المعانی ج ۱۸ص ۱۶)

''کہ حضرت عمرؓ اس بات پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ آیت (فتبارك الله۔الخ) بھی ان کی موافقات اربعہ میں سے ایک ہے''۔



(۱۰)

وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا یَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ٭ۖ سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِیۡمٌ۝

(پ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۱۶)

''تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں ...... خدایا تو پاک ہے ...... یہ تو بہت بڑا بہتان اور تہمت ہے''۔

مختصر واقعہ افک ...... فاروقی رائے اور تائید ایزدی:

۵ھ کو پیش آنے والے غزوہ مریسیع میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک سفر تھیں ...... غزوہ سے واپسی پر جب قافلہ ایک منزل پر ٹھہرا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قضائے حاجت کے لیے جانا پڑ گیا ...... قافلہ والے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہودج میں بیٹھا سمجھ کر روانہ ہو گئے ...... آپ جائے قافلہ پر آکر چادر لپیٹ کر بیٹھ رہیں ...... پیچھے سے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نگرانی کرتے آرہے تھے ...... انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہاں پاکر تعجب سے کلمہ استرجاع یعنی انا اللہ۔ الخ پڑھا ...... اور زوجہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ پر بیٹھا کو خود پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا اور دوپہر کے وقت قافلہ کے ساتھ جا ملے تھے ...... عبداللہ بن ابی منافق نے اس صورت حال کو دیکھ کر واہی تباہی بکنا شروع کر دی ...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قصہ کی ایک ماہ تک مطلق کوئی خبر نہ ہوئی ...... آخر ایک دن جب ام مسطح نے آگاہ کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے ...... بدن پر کپکپی لرزہ اور شدید بخار ہو گیا ...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

اجازت سے اپنے والدین کے گھر چلی گئیں ...... ادھر رسول اکرم ﷺ بھی تقریباً ایک ماہ سے اس واقعہ کی وجہ سے سخت اضطراب میں مبتلا تھے ...... منافقین نے بھی طوفان بدتمیزی کو تیز سے تیز کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں اٹھا رکھی تھی ...... صورت حال انتہائی سنگینی اختیار کر چکی تھی ...... رسول اکرم ﷺ اطمینان قلب کیلئے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ...... حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ...... حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ طلب کر رہے تھے ......

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ...... کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی مشورہ طلب کیا گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کا نکاح کس نے کیا تھا؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ نے ...... اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ کے رب نے آپ سے ان کے عیب کو چھپایا ہوگا بخدا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سب کچھ بہتان ہے ...... اور بے ساختہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے ......

سبحانك هذا بهتان عظيم ......

بس اس طرح یہ آیت نازل ہوگئی ...... تاریخ الخلفاء ص ۱۹۹ ......

بخاری شریف کے محشی لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان کے بارے میں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے رائے لی گئی تو انہوں نے کہا ...... یا رسو ل الله من زوجكها قال الله تعالى قال افتظن ان ربك ولس عليك فيها سبحانك هذا بهتان عظيم فا نزل الله ذكره ......

صاحب الریاض بخاری ج ۲ ص ۷۰۶ حاشیہ نمبر ۷

ترجمہ: یا رسول اللہ آپ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کس نے کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ ﷺ یہ خیال

کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے رب نے آپ سے (معاذ اللہ) خیانت ودھوکہ کیا ہے؟ اللہ تعالی پاک ہے ...... یہ بہت بڑا بہتان ہے پس اللہ تعالی نے انہی الفاظ میں آیت نازل کردی ...... بہرحال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو منافقین کے افتراء و بہتان کی وجہ سے شدید کرب واضطراب میں رہنا پڑا تھا ...... کہ قصہ سے آگاہی کے بعد تقریباً دو دن دو راتیں آپ نے آنسو بہاتے گذار دیئے تھے ...... ایک روایت کے مطابق تو قصہ کا پتہ چلنے کے بعد ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی تھی ...... رنج والم کے پہاڑوں تلے اللہ تعالی سے پاکدامنی کے اعلان واظہار پر بھی پرامید تھیں ...... چنانچہ تقریباً دس آیات بینات حضرت عائشہؓ کی طہارت ونزاہت احصان و پاکدامنی میں اتار کر منافقین کے افتراء و بہتان کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا ...... ولو لا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا۔الخ ...... یعنی مسلمانوں کو سنتے ہی بلا چون وچرا یہ کہہ دینا چاہیے تھے کہ خاتم الرسل کی زوجہ محترمہ کی طرف ایسی نامناسب بات کی نسبت افتراء و بہتان ہی ہوسکتا ہے اور ہم ایسی لغو بات کو اپنی زبانوں پر بھی نہیں لاسکتے ...... اللہ تعالی پاک ہیں یہ تو بہت بڑا بہتان ہے ...... علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق بھی اس آیت کے یہ الفاظ ...... سبحانک ہذا۔الخ ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئے اور انہوں نے بھی اس کو موافقات عمر رضی اللہ عنہ میں شمار کیا ہے۔



(۱۱)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ط

(پ۱۸، سورۃ النور، آیت ۵۸)

"اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں اپنے آنے کی تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنا ضروری ہے نماز فجر سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو...... اور عشاء کی نماز کے بعد"۔

اسلام ایک عالمگیر نظام ہے...... جو انسانی فلاح سے متعلق ہر مسئلہ بیان کرتا ہے...... عفت وعصمت...... طہارت ونزاہت اور پاک دامنی پر زور دیتا ہے...... بے حیائی اور فواحش ومنکرات سے روکتا ہے اور یہ اس بات سے بھی منع کرتا ہے جو عفت وعصمت کے خلاف اور بے حیائی کی دعوت دیتی ہو...... تاکہ ایک صاف ستھرا معاشرہ قائم ہو سکے...... ایسے معاشرہ وماحول کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور کے اندر کچھ احکام وضوابط نازل کئے ہیں...... چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...... یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی اھلھا۔الخ۔

یعنی کسی کے گھر میں صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر داخل مت ہو کیونکہ فطرۃً انسان اپنے گھر میں جتنی آزادی محسوس کرتا ہے...... ایسی آزادی محسوس کرتا ہے...... ایسی آزادی وسکون کسی اور جگہ نہیں پاتا...... اگر اس کے اندر بھی کسی کے جب چاہے خلل انداز ہو جانے کا اندیشہ وخطرہ لاحق رہے تو اپنے ہی گھر میں آدمی بہت سارے خصوصی اعمال وافعال کو اطمینان وسکون حریت وآزادی اور دلجمعی کے ساتھ بجا نہیں لا سکتا...... اسلام کے اس حکم نے جہاں صاحب خانہ کو آزادی وسکون فراہم کیا ہے وہاں انسداد فواحش اور اس کے دواعی کا سدِّ باب بھی کیا ہے...... چنانچہ اس آیت کے نازل ہوتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن نے دنیا کے سامنے بہترین اسوہ حسنہ پیش کر دیا تھا...... اور کوئی صحابی دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونے کا سوچتا بھی نہ تھا......

حصولِ اجازت کا طریقہ:

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی کے دروازے پر جاتے تو پہلے السلام علیکم کہتے...... پھر اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرتے...... علامہ ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جاتے تو یہ الفاظ کہتے...... السلام علی رسول اللہ السلام علیکم ایدخل عمر...... ایک دفعہ خود جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے تین مرتبہ سلام کہا جب کوئی جواب نہ آیا تو واپس چل دیئے...... سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پیچھے سے دوڑ کر ملے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کا سلام سن کر تینوں دفعہ جواب بھی دیا تھا صرف آپ کی دعاؤں کے حصول کے ارادہ سے آہستہ جواب دیتا رہا...... ایک اور موقع پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ

نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تین مرتبہ اذن طلب کی کوئی جواب نہ آنے پر واپس لوٹ گئے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات پر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کا ہمیں ایسا بھی طریقہ تعلیم دیا گیا ہے...... اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کسی کے مکان پر جائے تو پہلے سلام کہے پھر اجازت طلب کرے...... نیز ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلام کے بعد اپنا تعارف طلب کرے......

اقارب و محارم کیلئے خاص اوقات میں اجازت مانگنے پر فاروقی رائے اور نزول آیۃ:

بہر حال اس آیہ کریمہ میں اجنبی کے گھر جانے کے آداب اور طریقے تعلیم دیئے گئے ہیں...... اس میں اقارب اور رشتہ داروں پر حصول اذن کا کوئی حکم لاگو کیا گیا ہے...... نہ ہی کوئی پابندی عائد کی گئی ہے...... بلکہ اس آیہ کے نازل ہونے کے بعد تک اقارب اور ہر وقت آنے جانے والوں کو (خدام وغیرہ) بلا اجازت ہی گھر میں جب چاہیں داخل ہونا درست تھا...... اور اقارب کے لئے خاص علیحدہ اجازت حاصل کرنے کا حکم نہ تھا...... جس سے حرج واقع ہو رہا تھا ...... اس لئے بعض حضرات اس سلسلہ میں بھی نزول حکم کے منتظر تھے...... چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سو رہے تھے...... اور آپؓ کا ایک غلام بے دھڑک (بغیر اجازت طلب کئے) اندر چلا آیا...... اس وقت آپ نے دعا فرمائی کہ الٰہی بغیر اجازت کے داخل ہونا حرام فرما دے...... پس آیت استیذان...... یا یھا الذین امنو الیستأذنکم الذین ملکت ایمانکم۔ الخ...... نازل ہوئی تاریخ الخلفاء ص ۲۰۰)

حاشیہ بخاری میں ہے:

ماروی ابن عباس انه صلی اللہ علیه وسلم ارسل غلاما
من الانصار الی عمر بن الخطاب وقت الظهيرة ليدعوه
فدخل فرى على حاله كره عمر رويته عليها فقال يا
رسول الله و ددت لو ان الله امرنا ونهانا فی حال
الاستيذان فنزلت يايها الذين أمنو اليستأذنكم الخ رواه
ابو الفرج وصاحب الفضائل فقال بعد قوله فدخل عليه
و كان نائما وقدا نكشف بعض جسده فقال اللهم حرم
الدخول علينا في وقت نومنا فنزلت......

(بخاری کتاب التفسیر ج ......۲ص ۷۰۶ حاشیہ ۷)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری غلام کو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس انہیں بلانے کے لئے بھی بھیجا غلام داخل ہوا تو حضرت
رضی اللہ عنہ کچھ اس حالت میں تھے کہ ایسے وقت اس کا آنا پسند نہ کیا تو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کاش اللہ ہمیں اجازت لے کر کسی کے پاس
جانے کا حکم فرمادیں ...... اور بغیر اجازت کے داخل ہونے سے منع کر دیں ......
جس پر یہ آیت نازل ہوئی ...... یایها الذین أمنو ۔الخ ...... نازل ہوئی، اس
روایت میں یہ بھی ہے جب غلام داخل ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالت نیند میں
ہونے کی وجہ سے بدن کا کچھ حصہ کھل گیا تھا جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ
اللہ ہمارے سونے کے اوقات میں بلا اجازت داخل ہونا حرام فرما دے اس پر
مذکورہ آیت نازل ہوئی ......

بعض نے حصول اذن کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے
مطابق نازل ہونے والی آیت سے وہ آیت مراد لی ہے جس میں حصول اذن و

اجازت کا اوقات واقارب کی تخصیص کے بغیر عمومی حکم ' سے تعلق ہے یعنی ......یاایھاالذین امنو الا تدخلوا ۔ الخ...... لیکن تاریخ الخلفاء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق بیان کردہ واقعہ سے اشارۃ اور حاشیہ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ روایت سے صراحۃ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد پہلی آیت ...... لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم ہے...... جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی ہے......



(۱۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ إِنٰهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِيْ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ

(پ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۳)

"اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھر میں کھانے کے لئے مت جایا کرو نہ بیٹھے انتظار کر نے والے ہو اس کے پکنے کا لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو جاؤ اور جب کھا چکو تو نکل جایا کرو اور نہ وہیں باتوں میں مشغول ہو جایا کرو بیشک نبی کو تمہاری یہ بات ناگوار گزرتی ہے...... پھر وہ تم سے شرماتے ہیں اور اللہ ٹھیک بات بتلانے سے نہیں شرماتے...... جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو"۔

نام ونسب اور زید بن حارثہ سے نکاح:

اس آیت بینہ کی تشریح کا تعلق حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی سے ہے...... اس لئے اصل مضمون کی وضاحت سے قبل اختصار کے ساتھ

آپ کے حالات لکھے جاتے ہیں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں اس طرح آپ کی پھوپھی زاد بہن ہوئیں اصل نام برہ تھا...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام زینب تجویز کیا تھا...... معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں...... نہایت شریف محنتی اور باحیا خاتون تھیں صدقہ وخیرات اور زہد وتقویٰ میں ید طولیٰ رکھتی تھیں......

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنی (لے پالک بیٹے) تھے...... آپ نے ان کو آزاد کیا تھا...... سرور کائنات کو ان سے بڑا پیار اور محبت تھی...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کرنا چاہتے تھے...... لیکن دستور عرب یہ تھا کہ معزز خاندان کی عورت کا نکاح موالی (آزاد غلام) سے کرنا عار اور ننگ تصور کیا جاتا تھا...... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف زید کے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا...... جس پر یہ آیت نازل ہوئی......

وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ۔الخ

اس آیت میں مؤمن سے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور مومنہ سے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا مراد ہیں...... یعنی اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو رد کرنا تو کسی مسلمان مرد وعورت کے لائق اور شایان شان نہیں...... اس آیت کے نازل ہونے کے بعد دونوں نکاح پر راضی ہو گئے...... چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا گیا...... طبائع میں ہم آہنگی...... موافقت قلبی میلان کے فقدان کی وجہ سے اکثر حالات نا مساعد وناساز گار رہتے تھے...... حضرت زید رضی اللہ عنہ اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھریلو ناچاقی کی شکائت کرتے رہتے تھے اور فطری عدم میلان کی وجہ سے چھوڑ دینے کی اجازت مانگا کرتے تھے لیکن سرور کائنات نے

چونکہ اپنی دلی خواہش سے یہ عقد باندھا تھا اس لئے ہمیشہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو طلاق نہ دینے اور مصالحت و موافقت سے زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے تھے ...... آخر ایک دن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے طلاق دینے کا اعلان کر ہی دیا اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اطلاع بھی کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا دلجوئی بھی بہت زیادہ مطلوب و مرغوب تھی ...... آپ کے دل میں یہ خیال گزرتا تھا کہ زینب میرے ساتھ عقد نکاح سے کم پر خوش و خرم نہیں رہ سکیں گی ...... ادھر منافقین کے زبان طعن دراز کرنے کی فکر بھی دامن گیر ہوئی ...... کہ منافقین و یہود کہیں گے آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے حالانکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ کے لے پالک بیٹے تھے ...... اور متبنیٰ کی بیوی سے عقد نکاح باندھنے میں شرعاً کوئی قباحت بھی نہ تھی ......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینب کا نکاح:

مشہور مثل ہے فعل ...... الحکیم لا یخلو عن الحکمہ ...... کہ حکیم و دانا کا کوئی فعل و عمل فرمان و ارشاد حکمت و دانائی سے خالی نہیں ہوتا ...... اللہ تعالیٰ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح سرور کائنات سے کر کے دستور عرب کی رسم بد اور خیال باطل کو ردّ کرنا چاہتے تھے ...... کیونکہ دور جاہلیت میں لے پالک بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا ناجائز سمجھا جاتا تھا ...... اور اس کو صلبی حقیقی بیٹے کی بیوی کے برابر تصور کرتے تھے ...... چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی آسمانی کے ذریعہ مطلع کر دیا گیا کہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئے گی ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخفی رکھا تھا خیال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو بات بھی حق اور سچی ہوتی ہے خدائے بزرگ و برتر خود ہی اس کا لوگوں میں اعلاق و اظہار کر دیتے ہیں ......

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری

ہونے کے بعد حضور ﷺ نے اپنے ساتھ عقد نکاح کا پیغام دے کر حضرت زید رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا...... تاکہ یہ بات خوب واضح ہوجائے کہ جو کچھ ہوا حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مرضی سے ہوا ہے...... حضرت زید رضی اللہ عنہ جب پیغام لے کر گئے تو کمال تقویٰ وروع کی وجہ سے دروازے کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوئے جب کہ ابھی پردہ کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا...... حضور ﷺ کا پیغام حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کانوں تک پہنچا تو کہا کہ میں اپنے اللہ سے مشورہ اور استخارہ کیے بغیر کوئی جواب نہیں دے سکتی...... چنانچہ گھر میں نماز کے لئے مخصوص جگہ میں تشریف لے جا کر استخارہ کے نوافل ادا کرنا شروع کر دیئے......

ادھر اللہ تعالیٰ نے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں نکاح کر دیا جس کے بعد جبرائیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے...... فلما قضی زید منها وطر ازوجنا...... کہا یعنی جب زید اپنی حاجت پوری کر چکے اور طلاق دے دی تو ہم نے آپ سے زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا......

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان نکاح کے بعد آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف تشریف لے گئے اور بلا اجازت گھر میں داخل ہوئے......

منافقین نے جب اس پر چہ میگوئیاں شروع کیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا......

ماکان محمد ابا احد من رجا لکم ولکن رسول الله وخاتم النبین۔الخ۔

''یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی حقیقی باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس لحاظ سے آپ پوری امت کے روحانی باپ ہیں......اور سب ان کے

روحانی بیٹے ہیں ......اور وہ آخری نبی ہیں"۔

تاریخ نکاح مہر اور وفات:

بعض سیرت نگاروں کے نزدیک حضرت زینب ۴ھ کو آپ کی زوجیت میں آئیں جب کہ اکثر کے نزدیک ۵ھ کو آپ کا نکاح ہوا...... اس وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر ۳۵ برس تھی ...... چار سو درہم مہر مقرر ہوا......

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ...... کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے فرمایا تم میں سے سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا...... ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اسی ارشاد کو ظاہر پر محمول کر کے جب اکٹھی ہوئیں تو اپنے اپنے ہاتھ ناپتیں...... لیکن سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ہاتھ لمبا کے ہونے سے سخاوت اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا مراد تھا...... جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصف خاص تھا...... (بخاری، مسلم)

چنانچہ چھ سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت میں رہ کر ۲۰ھ پچاس یا ترپن (۵۳) برس کی عمر میں مدینہ منورہ کے اندر رحلت فرما گئیں ...... آپ سے ۳۷۸ احادیث مروی ہیں......

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اور نزول آیت حجاب:

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام و مرتبہ تو بہت بلند و بالا ہے ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ عام خواتین کا بھی بغیر پردہ کے نکلنا پسند نہ کرتے تھے......

اور نزول حجاب کے بہت زیادہ خواہش مند اور متمنی رہتے تھے...... علامہ ابن کثیر ابن ابی حاتم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ کھانے پر بلایا تو آپ نے فرمایا کاش کہ پردہ کے

متعلق کوئی حکم نازل ہو جائے۔(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰۵)

علامہ محمود آلوسی عِشاللہ لکھتے ہیں کہ مذکورہ آیت حضرت عمرؓ کی موافقات میں ہے۔

وذلك احد موافقات عمر رضی الله عنه وهی مشهورة۔

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۷۲)

علامہ ابن کثیر عِشاللہ اس آیت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات میں سے قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذه ایه الحجاب و فیها احکام و اداب شرعیه وهی مما وافق تنزیلها قول عمر بن خطاب رضی الله عنه کما ثبت ذلك فی الصحیحن عنه انه قال وافقت ربی فی ثلاث وقلت یا رسول الله ان نساك یدخل علیهن البر والفاجر فلوحجتیهن فانزل ایه الحجاب۔

(الخ بخاری کتاب التفسیر ج ۲ ص ۷۰۶ مسند احمد ج ۱ ص ۲۴ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰۳)

”اس آیت میں پردے کے احکام اور شرعی آداب کا بیان ہے ...... یہ ان آیات میں سے ایک ہے ...... جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئیں ...... جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ...... کہ میں نے تین باتوں میں اپنے رب سے موافقت کی ہے اور میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں ...... اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم کر دیں تو اچھا ہوگا ...... پس اس وقت اللہ تعالی نے پردہ کی آیت اتار دی“۔

جیسے آیت حجاب کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی عظمت پر دال ہے ...... اسی طرح اس آیت کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد ولیمہ کے موقعہ پر نازل ہونا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مقام و مرتبہ پر دال ہے......

اس لئے بھی کہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص ولائت سے فرمایا تھا صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے...... کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کے ولیمہ پر اس قدر اہتمام نہیں کیا جتنا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ پر کیا...... ایک بکری ذبح کی لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا کھانا کھانے کے بعد کچھ لوگ باتوں میں لگ گئے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ یہ لوگ اٹھ جائیں...... چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھنے کی تیاری بھی کی پھر بھی وہ نہ اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے ...... ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس ہو کر آئے تو بھی تین آدمی بیٹھے رہے...... چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں شرم وحیا اور مروت بھی بہت زیادہ تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کچھ فرماتے بھی نہ تھے پھر لوٹ گئے واپس آئے تو بھی وہ تینوں آدمی باتوں میں مصروف تھے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بار تبہ بھی لوٹ گئے جب یہ لوگ اٹھ گئے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی ...... حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی جانا چاہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ کر دیا اور یہ آیت اتری...... یا یھا الذ ین امنو ا الخ ...... (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۰۴)

فاروق اعظمؓ کی رائے سے مطابقت رکھنے والی آیت حجاب سے مراد کونسی آیت ہے؟

امام بخاری حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں......

انا اعلم الناس بهذا الاية آية الحجاب لما اهديت زينب الى النبی ﷺ فانزل الله ۔(یایها الذین امنوا لاتدخلو ابیوت النبی ۔الخ (کتاب التفسیر ج ۲ ص ۷۰۶)

”کہ میں پردے کی آیت کے بارے میں سب سے زیادہ جانتا ہوں کہ جب حضرت زینب نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجی گئیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ...... لا تدخلوا بیوت النبی ۔الخ

یہ روایت اور اس سے قبل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونے والی آیت حجاب سے مراد مذکورہ بالا آیت ہے...... علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو مذکورہ آیت کے تحت درج کرنے کے علاوہ ایک اور روایت ابن ابی حاتم ...... طبرانی اور ابن ابی حاتم کے حوالہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں...... کہ ایک شخص دیر تک حضور ﷺ کے پاس بیٹھا رہا...... آپ کئی دفعہ کھڑے ہوئے کہ یہ شخص اٹھ کر چلا جائے گا...... لیکن اس نے ایسا نہ کیا تو کچھ دیر بعد وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ رحمۃ للعلمین کے رخ انور اور اس آدمی کو دیکھ کر بات کی تہہ تک پہنچ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا شاید سرور کائنات کو تیرا اتنی دیر بیٹھنا ناگوار گزر رہا ہے اب جب وہ آدمی چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا...... لواتخذت حجابا فان نساء ك لسن كسائر النساء وهو اطهر لقلوبهن فانزل الله (یایها الذین أمنو الاتدخلوا بیوت النبی ۔الخ) فارسل الیٰ عمرؓ فاخبره بذالك ۔(تفسیر الدر المنثور ج ۵ ص ۲۱۳)

"کہ اگر آپ ﷺ ازواج کو پردہ کا حکم دے دیں تو بہتر ہوگا کیونکہ آپ ﷺ کی ازواج دوسری عورتوں کی طرح نہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور یہ بات ان کے دلوں کے لئے طہارت و پاکیزگی کا باعث ہوگی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی (لا تدخلوا بیوت النبی) تو حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کے نزول کے متعلق بتلایا"۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو اسی آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے۔ (معارف القرآن ج......۷ ص ۲۰۱)

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونے والی آیت حجاب سے مراد مذکورہ آیت ہے......اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ کتب احادیث وتفسیر میں اس سے متعلق اور بھی کئی روایات ہیں...... اس کے برعکس علامہ بدر الدین عینی ......یایها النبی قل لازوا جك۔الخ ......کو آیت حجاب قرار دیتے ہیں۔

عمدۃ القاری شرح بخاری ج......۸ ص ۹۲ پوری آیت یہ ہے:

یایها النبی قل لا زوا جك و بنتك و نسا ء اللمومنین یدنین علیهن من جلا بیبهن ذلك ادنی ان یعرفن فلا یو زین و کان الله غفورا رحیما ......(پ۲۲، احزاب، آیت ۵۹)

"اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور (عام) ایمان والوں کی عورتوں سے کہ اپنے اوپر نیچی کرلیا کریں اپنی چادر تھوڑی سی اس سے وہ جلد پہچان لی جایا کریں گی

اور اس لئے انھیں ستایا نہ جایا کرے گا اور اللہ تو بڑا مغفرت والا رحمت والا ہے۔"

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ گھروں میں بیت الخلاء کے انتظام نہ ہونے کی وجہ سے عورتیں قضائے حاجت کے لئے باہر جایا کرتی تھیں...... اس طرح ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نزول حجاب کے بعد قضائے حاجت کے لئے باہر جارہی تھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے جسم کے لانبا ہونے کی وجہ سے پہچان کر آواز دی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور واقعہ بیان کیا تو اس پر یہ آیت اتری......

بعض روایات کے مطابق منافقین کے تعرض یا آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان فرق کرنے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر الدر المنثور ج ۵ ص ۲۲۱)

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ پردہ کی تفصیل سے متعلق سات آیتیں نازل ہوئی ہیں...... چار سورہ احزاب میں اور تین نور میں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پردہ کے متعلق نازل ہونے والی سب سے پہلی یہی آیت ہے...... لا تدخلو ابیوت النبی۔ الخ (معارف القران ج......۷ ص ۲۱۰)

بہر حال نزول پردہ کے اسباب و واقعات تعداد آیات اور تقدم و تاخر سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق آیاتِ حجاب کے نازل ہونے میں نہ تو کوئی فرق آتا ہے...... اور نہ ہی اس میں کسی کا کوئی اختلاف پایا جاتا ہے...... بلکہ سب روایات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نزول حجاب پر متفق ہیں......

خلاصہ تفسیر:

مذکورہ آیت کو محدثین و مفسرین کی اصطلاح میں آیات حجاب کہا جاتا ہے

......جس میں پردہ کو لازمی وضروری قرار دینے کے ساتھ ساتھ کچھ اور احکام بھی بیان کر دیئے گئے ہیں...... اگر چہ سبب نزول حضور ﷺ کا ایک خاص واقعہ ہے ......لیکن اس کا حکم سب مسلمانوں کے لئے عام ہے...... یعنی بلا اجازت دعوت میں مت جاؤ...... اور نہ ہی وقت سے پہلے کھانے کے انتظار میں بیٹھو...... اور جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو وہیں مجلس جما کر گپ شپ میں نہ لگ جاؤ تا کہ اس سے گھر والوں کے کام کاج میں حرج واقع نہ ہو...... اور نہ ہی ان کے لئے آنے والوں کی طویل مجلسی میں ناگواری کا باعث بنے......



(۱۳)

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝

(پ ۲۷، سورۃ الواقعہ، آیت ۳۹، ۴۰)

''جم غفیر پہلوں میں سے اور بہت بڑی جماعت پچھلوں میں سے ہوگی۔''

اہل جنت ودوزخ کی اقسام:

یہ سورہ واقعہ کی آیات ہیں اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اہل جنت ودوزخ کی تین اقسام بیان کی ہیں ...... اور پھر ہر ایک قسم کے حالات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے......

اصحاب المیمنۃ:

یہ جماعت عرش کی دائیں جانب ہوگی ...... جو حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں پہلو سے پیدا ہوئے ...... ان کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے...... اور ان کو عرش کے دائیں جانب جمع کیا جائے گا...... یہ سب جنتی ہوں گے......

اصحاب المشئمۃ:

یہ گروہ عرش کی بائیں جانب ہوگا...... جو کہ آدم علیہ السلام کے بائیں جانب سے پیدا ہوئے ...... ان کو ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے...... اور ان کو بائیں جانب ہی جمع کر دیا جائے گا، یہ سب جہنمی ہوں گے۔

طائفہ سابقون:

یہ لوگ عرش خدا کے بالکل سامنے خاص جگہ میں ہوں گے جیسے انبیاء

......رسل......صدیقین......شہداء ان کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب نصیب ہو گا......
یہ مقربین آرام ونعمت کے باغوں میں ہوں گے......اولین وآخرین کی تفسیر۔

مفسرین نے اولین وآخرین کی تین تفسیریں بیان کی ہیں:

اول: کہ ہر امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب زمانہ کی برکت سے اعلی درجہ کے مقربین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں......بعد میں آنے والے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی......جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہترین میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والوں کا ان کے بعد پھر ان سے پچھلے آنے والوں کا......

دوم......کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک آنے والے اولین میں شامل ہیں ......اور خاتم النبیین سے لے کر قیامت تک آنے والی مخلوق آخرین میں شامل ہے۔

سوم......بعض مفسرین نے اولین وآخرین سے اسی امت محمدیہ کو مراد لیا ہے۔

تیسری تفسیر:

کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک آنے والے لوگ اوّلین میں شامل ہیں جبکہ خاتم النبیین سے لے کر قیامت تک آنے والی مخلوق آخرین ہے......

اس تفسیر کے مطابق بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلی امتوں کے مقربین زیادہ ہونگے اور اس امت محمدیہ کے تھوڑے...... اسی وجہ سے علامہ ابن کثیر حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں......کہ جب یہ آیت ......ثلة من الاولین وقلیل من الاخرین نازل ہوئی شق ذالك علی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ......کہ یہ آیت اصحاب رسول اللہ ﷺ کیلئے بڑے تعجب کا باعث بنی......اس کے بعد علامہ ابن کثیر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں......اور حافظ ابن

عساکر نے بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت سن کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پہلی امتوں میں سابقین زیادہ ہوں گے اور ہم میں تھوڑے ہوں گے......

فا مسلك اخر سورہ سنه ثم نزلت (ثلة من الاولين وثلة من الاخرين) فقال رسو ل الله صلى الله عليه وسلم يا عمر تعا ل فا سمع ما قد انزل الله ثلة من الاولين وثلة من الاخرين الا وان ادم الى ثلة وامتى ثلة الخ......

"اس کے ایک سال بعد یہ آیت...... ثلة من الا ولين وثلة من الاخرين...... نازل ہوئی ...... تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا سنو اے عمر رضی اللہ عنہ ! اللہ تعالی نے یہ جو نازل فر مایا ہے...... کہ اولین میں سے ہر ایک ثلہ یعنی بڑی جماعت ہوگی اور آخرین میں سے بھی ایک ثلہ یعنی بڑی جماعت ہو گی...... تو آدم علیہ السلام سے لیکر مجھ تک ایک ثلہ ہے...... اور میری امت دوسرا ثلہ"۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸۴ معارف القرآن ج ۸ ص ۲۷۱)

علامہ جلال الدین سیوطی اس آیت کو موافقات عمر میں سے شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ...... کہ آیت ثلة من الاولين وثلة من الاخرين...... کے شان نزول کا قصہ وہی ہے جس کو ابن عساکر نے بروایت جابر بن عبداللہ بیان کیا ہے...... (تاریخ الخلفاء ص ۲۰۰)

بہر حال روایات سے معلوم ہوا کہ سورہ واقعہ کی یہ آیت...... ثلة من الا ولين ...... بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہونے والی آیات میں سے ہے



(۱۴)

سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝

(پ ۲۸، سورۃ المنافقون، آیت ۶)

"ان (منافقین) کے حق میں آپ کا استغفار کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں...... اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا...... بیشک اللہ تعالی ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کے لئے استغفار...... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے اور اعلان خداوندی:

مذکورہ آیت کے مفہوم و مضمون سے ملتی جلتی کچھ تشریح سورہ توبہ کی آیات میں گزر چکی ہے...... وہیں عبداللہ بن ابی کا بھی کچھ حال بیان ہو چکا ہے...... کہ یہ شخص اپنے ظاہری اسلام کو چمکانے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتا رہتا تھا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کا خطبہ شروع کرتے تو عبداللہ بن ابی لوگوں کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری اور دین اسلام پر استقامت و ثابت قدمی کی تلقین کے لئے کھڑا ہو جاتا جب یہ غزوہ احد سے ایک تہائی لشکر لے کر واپس آ گیا تھا تو اس کا کفر و نفاق کسی پر مخفی نہیں رہا تھا...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب احد سے واپس تشریف لا کر جمعہ کے لئے رونق افروز ہوئے تو حسب عادت اس نے اظہار اسلام و محبت خداء و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سابقہ انداز اپنانا چاہا...... لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے زجر و توبیخ کی اور ڈانٹ پلائی تو مسجد سے باہر نکل گیا......

بعض لوگوں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگنے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے کی نصیحت کی ابن ابی نے لوگوں کی ان باتوں کی طرف ذرا کان نہ دھرا......

اس شخص کی موت پر رسول اللہ ﷺ کی قمیض میں کفن دینے لعاب مبارک منہ میں ڈالنے اور نماز جنازہ پڑھانے اس کے لئے استغفار کی دعا کرنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ابن ابی کا جنازہ پڑھانے سے منع کرنے اور دیگر منافقین کے لئے دعائے استغفار نہ کرنے کا ذکر گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے...... جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصدیق وتصویب میں سورہ توبہ کی آیات نازل ہوئیں...... رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ میں ان کے لئے ستر ۷۰ سے زیادہ دفعہ استغفار کروں گا ......اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق منافقین کے لئے مطلقاً استغفار کرنے سے منع کر دیا ہے......اور استغفار وعدم استغفار کو منافقین کے حق میں برابر قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے...... کہ اللہ منافقین کو ہرگز معاف نہیں فرمائیگا اس لحاظ سے یہ آیت بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے موافقت رکھتی ہے چنانچہ علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں!

فواللہ لاستغفرن لھم اکثر من سبعین مرۃ لعل اللہ ان یغفر لھم فنزلت ھذہ الایہ (سواء علیھم استغفرت لھم ـ الخ)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں منافقین کیلئے ستر ۷۰ سے زیادہ دفعہ مغفرت طلب کرونگا شاید اللہ ان کو معاف فرمادیں ،جس پر سورۃ منافقون کی یہ آیت نازل ہوئی......سواء علیھم ـ الخ (روح المعانی صفحہ ۱۱۳ ج ۲۸)

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ ایک قوم کے حق میں دعائے مغفرت فرمانے لگے تو میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا (سواء علیھم)نازل ہوئی...... تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۹۹...... محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں منافقین کیلئے ستر ۷۰ سے زیادہ مرتبہ استغفار کرونگا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا والله لا یغفر لهم ابدا استغفرت لهم ام لم تستغفرلهم فنزلت سواء علیهم...... الخ اخرجه فی الفضائل بخاری صفحہ ۷۰۶ ج ۲ حاشیہ نمبر ۷...... یعنی منافقین کیلئے آپ ﷺ کا بخشش مانگنا نہ مانگنا برابر ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا اس کے بعد یہ آیت (سواء علیھم ۔الخ) نازل ہوئی۔



(۱۵)

عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىِٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىِٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا۝ (پ ۲۸، سورۃ التحریم، آیت ۵)

''اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دیدیں تو بہت جلد انہیں انکا رب تمہارے بدلے تم سے بہتر بیویاں عنائت فرمائیگا جو حکم بردار ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت بجالانے والیاں روزے رکھنے والیاں ہونگی بیوہ اور کنواریاں۔''

مختصر قصہ تخییر طلاق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہد تناول فرمانا:

غزوہ بنو نضیر اور بنو قریضہ کی فتوحات کے بعد مسلمانوں کو کچھ خوشحالی اور فراخی حاصل ہو چکی تھی اموال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کئے گئے تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے دل میں بھی خیال آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ رکھا ہوگا لہٰذا ہم بھی کچھ مطالبہ کرتیں ہیں...... صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے جمع ہو کر نان ونفقہ کے بڑھائے جانے کا مطالبہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواج کا یہ مطالبہ سن کر رنج ہوا جس پر سورۃ احزاب کی آیت تخییر نازل ہوئی......

یا یھا النبی قل لازواجك ان كنتن تر دن الحیوۃ الدنیا وزینتھا الخ...... اگر تم دنیا کی زندگی اور اسکی رونق چاہتی ہو۔ جب اس آیت میں طلاق کا اختیار دیدیا گیا تو سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے یکے بعد دیگرے

تمام ازواج نے دنیا کی ظاہری زیب وزینت کو چھوڑ کر آنحضرت ﷺ کو اختیار کرنے کا اعلان واظہار کیا ایک اور واقعہ جو سبب تخییر طلاق کا بنا تھا اسے مفسرین نے سورۃ تحریم کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت شریفہ عصر کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جانے کی تھی آپ ﷺ کی ہر زوجہ دوسروں سے زیادہ حضور ﷺ سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کی متمنی ہوتی تھی۔

ایک دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ دیر ہوگئی، دوسری ازواج کو پتہ چلا کہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس شہد تناول فرمانے کی وجہ سے تاخیر ہوئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وحضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ کے مطابق حضور ﷺ کی ان کے پاس تشریف آوری پر کہا کہ آپ ﷺ نے شاید مغافیر (جو کہ ایک قسم کی گوند تھی) کھایا ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے شہد کھایا ہے...... لہٰذا پھر کبھی نہ نوش کروں گا...... چونکہ اس واقعہ میں ازواج کی باہمی غیرت کی صورت پیش آگئی تھی، اس لئے بعض مفسرین نے اس واقعہ کو تخییر طلاق کا سبب قرار دیا ہے، ممکن ہے اور واقعات بھی پیش آئے ہوں چونکہ ہمارا مقصود کوئی واقعات کا احصاء وشمار نہیں اس لئے اصل مضمون شروع کیا جاتا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری میرا پڑوسی تھا میں نے اور اس نے خدمت نبوی میں حاضر ہونے کی باریاں مقرر کر رکھی تھیں...... ایک دن وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس دن کی تمام احادیث وآیات آکر مجھے سنا دیتا اور ایک دن میں آپ کی خدمت میں گزارتا اور اس دن کی حدیثیں اور آیتیں اسے سنا دیتا انہیں دنوں ہمارے درمیان یہ بات مشہور ہو رہی تھی کہ غسانی بادشاہ جنگی تیاری میں مصروف ہے وہ کسی وقت بھی حملہ آور ہو سکتا ہے ایک دن میرا ساتھی عشاء کے وقت واپس آگیا میرے دروازے پر زوردار دستک کے ساتھ آوازیں دینا شروع کر دیں میں گھبرا کر باہر نکلا کہ شاید کوئی بڑا ہی

حادثہ پیش آ گیا ہے پوچھا خیریت تو ہے؟ اس نے کہا بڑا بھاری کام ہو گیا ہے میں نے کہا کہ کہیں غسانی نے حملہ تو نہیں کر دیا اس نے جواب دیا...... اس سے بھی بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے میں نے پوچھا ایسا بڑا حادثہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ حضور ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے، میں نے کہا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تو برباد ہے، نقصان اٹھایا...... صبح کی نماز ادا کر کے کپڑے پہن کر میں سیدھا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں پوچھا...... طلاق تو نہیں دے دی گئی......

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کچھ معلوم نہیں...... آپ ﷺ بالا خانے میں تشریف لے گئے ہیں...... میں وہاں گیا تو ایک حبشی غلام پہرے پر تھا...... میں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اجازت طلب کرو...... غلام نے واپس آ کر جواب دیا کہ اجازت نہیں ملی...... عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا تو دیکھا کچھ لوگ رو رہے ہیں...... میں کچھ دیر بے چینی کے ساتھ بیٹھا...... دوسری مرتبہ بھی اجازت مانگی نہ ملی تو تیسری دفعہ اجازت کے بعد میں حضور ﷺ کے پاس گیا دیکھا تو حضور ﷺ ایک بورئیے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہیں...... جس کے نشان آپ ﷺ کے بدن اقدس پر نمایاں ہیں...... میں نے کہا...... یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے...... آپ ﷺ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا نہیں...... پھر میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ بات یہ ہے کہ ہم قوم قریش تو اپنی بیویوں کو اپنے دباؤ میں رکھتے تھے...... لیکن مدینہ والوں پر ان کی بیویاں غالب ہیں...... جن کو دیکھا دیکھی دوسری عورتوں نے بھی یہ حرکت شروع کر دی...... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کا ذکر کیا...... یہ بھی کہا کہ آپ کی بیویاں بھی اس بات کی طرف دھیان نہیں کر رہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں...... اس پر حضور ﷺ مسکرائے...... پھر

حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانا اور ان سے اپنی بات چیت کا تذکرہ کیا...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں...... میں کچھ دیر رکا رہا...... اب جو اوپر نگاہ اٹھا کر دیکھا تو سوائے تین خشک کھالوں کے اور کوئی چیز نہ تھی...... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رومی و فارسی جو اللہ کو بھی نہیں مانتے کیسے نازونعم میں زندگی بسر کر رہے ہیں...... آپ کی امت پر بھی اللہ کشادگی کرے...... اب تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے...... اور فرمایا...... اے ابن خطاب! کیا تجھے شک ہے؟ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اچھائیوں کا صلہ دنیا ہی میں دے دیا ہے...... باقی ناراضگی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی تھی۔ بخاری، مسلم، ترمذی)

حضرت عمرؓ کی رائے اور نزول آیتین:

مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے طلاق کی شہرت کا واقعہ پردہ کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے...... اور یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی گئے تھے...... اور ڈیوڑھی پر پہرہ دار غلام حضرت رباح رضی اللہ عنہ تھے...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عرض کیا تھا......

فقلت یارسول الله ما یشق علیك من امر النساء فان کنت طلقتن فان الله معك و جبریل ومیکال وانا وابوبکر والمؤمنون معك وقلما تکلف واحمدالله بکلام الارجوت ان یکون الله یصدق قو لی فنزلت هذه الایه التخییر (عسی ربه ان طلقکن ان یبدل له ازواجا خیرا منکن......وان تظهرا علیه فان الله هو مولاه وجبریل وصالح المؤمنین والملئکة بعد ذلك ظهیر فقلت اطلقتهن؟ قال لافقت علی باب المسجد فنادیت با

علی صوتی لم یطلق نساء ہ ونزلت هذه الایه واذا جاء هم امر من الامن۔الخ

''یارسول اللہ عورتوں کے بارے میں آپ ﷺ مشقت میں کیوں پڑتے ہیں اگر آپ انہیں طلاق بھی دے دیں تو آپ کے ساتھ اللہ اس کے فرشتے جبرائیل میکائیل اور میں اور ابو بکر اور سب مومن ہیں ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ الحمد اللہ اس قسم کی بات پر مجھے اللہ سے تصدیق کی امید ہوتی تھی ......اور اس موقعہ پر یہ آیتیں......عسی ربه الخ وان تظاهر۔ الخ...... نازل ہوئیں، میرے سوال پر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے طلاق نہیں دی تو میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ آپ ﷺ نے طلاق نہیں دی''۔

اس پر یہ آیت ......فاذاجاء هم امر ۔الخ......نازل ہوئی یعنی جب ان کے پاس کوئی امن یا خوف کی خبر پہنچتی ہے تو اسے شہرت دینے لگتے ہیں ۔الخ

(تفسیر ابن کثیر ج۴ ص)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔!

قال عمرؓ اجتمع نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغیرة علیه فقلت لهن (عسیٰ ربه الخ) فنزلت هذه الآیه (عسیٰ ربه۔ الخ)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی بیویاں غیرت میں آ گئیں جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہراتؓ سے کہا

(کہ اگر حضور ﷺ تمہیں طلاق دیدیں گے تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ ﷺ کو دیگا تو انہی الفاظ میں یہ آیت نازل ہوئی ...... (تفسیر ابن کثیر ج ......۴ ص ۳۸۹...... روح المعانی ......ج ۲۸......ص ۱۵۵)...... امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں ......عن انس قال قال عمرؓ وافقت الله فی ثلاث"۔

قال وبلغنی معا قبه النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض نسائه قد خلت علیهن قلت ان انتهیتن او لیبدلن الله ورسوله صلی اللہ علیہ وسلم خیرا منکن حتیٰ اتیت احدیٰ نسائه قالت یا عمرؓ امافی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم مایغظ نساء حتیٰ تعظهن انت فانزل الله عسیٰ ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرا منکن مسلمٰت الآیه ......

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تین باتوں میں میں نے اللہ سے موافقت کی...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی کہ آنحضرت ﷺ اپنی ازواج پر ناراض ہو گئے ہیں ......میں نے ازواج سے جا کر کہا کہ تم حضور ﷺ کو ناراض کرنے سے باز آجاؤ نہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو تم سے بہتر بیویاں دے دے گا (جب میں آپ ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ (ام سلمیٰ) کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ کیا آنحضرت ﷺ اپنی ازواج کو نصیحت نہیں کر سکتے کہ تم نصیحت کرنے آئے ہو پس اس

وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی......(عسی ربہ۔الخ)

(بخاری شریف ج ۲ کتاب التفسیر ص ۷۰۶)

چنانچہ محدث سہانپوری تو واضح طور پر اس آیت کو موافقات عمر میں شمار کر تے ہوئے حاشیہ بخاری میں اس روایت کے تحت رقمطراز ہیں......

لما اعتزل علیه السلام نساء فی المشر به یارسول الله ان کنت طلقت نساء ك فاالله معك وجبریل وانا وابوبکر والمؤمنون فانزل الله وان تظاهر اعلیه الایه۔

(بخاری......ج ۲ ص ۷۰۶......حاشیہ نمبر ۷)

"کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے الگ ہو کر بالا خانے میں تشریف لے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اپنی ازواج کو طلاق دے دیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ جرائیل علیہ السلام......میں......ابو بکر رضی اللہ عنہ......اور سب مؤمن آپ کے ساتھ ہیں......تو اس پر یہ آیہ وان تظاهرا علیه۔الخ......نازل ہوئی۔

تفسیر ابن کثیر میں بیان کردہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ التحریم کی یہ آیت بھی مستقلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی تھی......جیسا کہ اوپر بیان ہوا......پوری آیت کریمہ یہ ہے......



(۱۶)

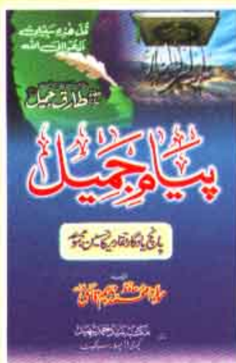
اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَيۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰٮهُ وَجِبۡرِيۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِيۡرٌ ④

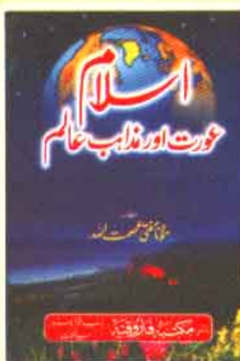
(پ ۲۸، سورۃ التحریم، آیت ۴)

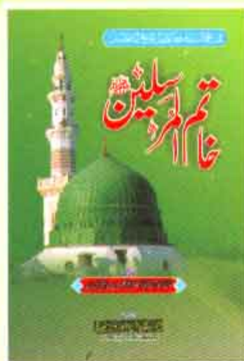
”دونوں بیویوں! اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو تو بہتر ہے یقیناً تمہارے دل کج ہو گئے ہیں......اور اگر تم نبی کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی...... پس بے شک اس کا کارساز اللہ ہے...... اور جبرائیل علیہ السلام ہیں اور نیک ایماندار اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں“۔

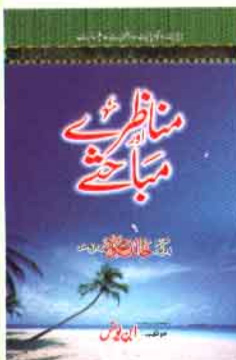


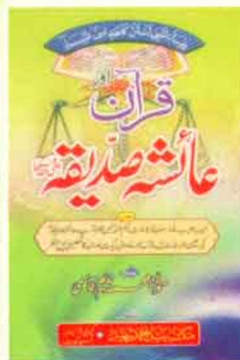
ہماری دیگر مطبوعات

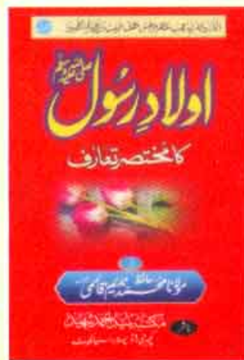


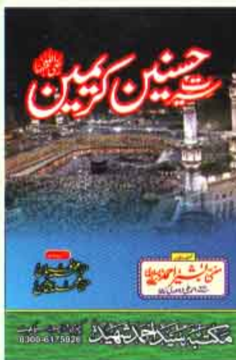


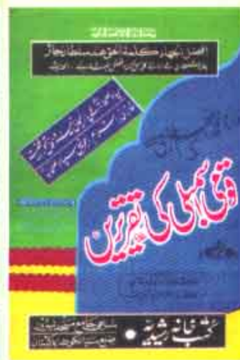


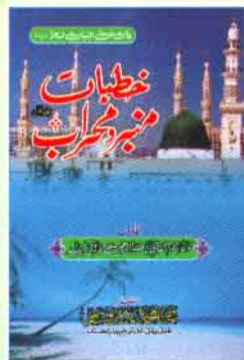












الحافظ پرنٹرز اردو بازار گوجرانوالہ فون: 0321-6480120